آریہ پستک پرچار ٹریکٹ نمبر ۲۱

پدرجی کی نصائح دلپذیر

(ماخوذ از مہابھارت)

زیر نگرانی و اہتمام مہاشہ وزیر چند ادھشٹاتا آریہ پستک پرچار

قائم کردہ

شریمتی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب تیار ہو کر شائع ہوا

آریہ سموت ۱۹۷۲۹۴۹۰۰۴ عیسوی سنہ ۱۹۰۵ء

باہتمام منشی میراں بخش پرنٹر رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں چھپا

اوم

بدر جی کے نصایح دلپذیر

بدر جی مہاراج نے دہرتراشٹ کو اپنے اُپدیش
میں کہا - اے راجن! اس سنسار میں ایسے
شیریں گفتار لوگ بہت ہیں جو لوگوں کے خوش
کرنے کے لئے تعریفوں کی جھڑی باندھ دیتے
مگر ایسے شخص جن کی باتیں ظاہر میں تلخ ہوں
مگر ان میں سب کا فایدہ اور لابھ ہو - بہت
کم ہیں - شاید ایسا کہنے والے تو کہیں مل
جاویں مگر ان باتوں کے سننے والے بالکل
نا ممکن ہیں - ست پرش کا کام ہے جو
عیب ظاہر کرتے ہوں ان کے منہ پر کہے
اپنے دوش اور عیوب اوروں سے خود سنے

منہ پر تعریف اور پیٹھ پیچھے بُرائی کرنا نالایق اور
دُشٹ پُرشوں کا کام ہے۔

جب تک انسان دوسروں سے اپنے عیب
نہیں سنتا۔ اُن کے سُدھار کی طرف متوجہ نہیں
ہوتا۔ یہ عادات منش میں کب پیدا ہوتی ہیں؟
اس کے لئے منو جی فرماتے ہیں وید اور ست
شاستروں کے ابھیاس سے بُدھی۔ دھن اور لابھ
کی ترقی ہوتی ہے۔ اُن کو ہمیشہ سُننا اور سُنانا
چاہئے۔ برہمچریہ اوستھا میں جو استری اور پُرشوں
نے پڑھا ہے اُس کو خود بچاریں اور دوسروں کو
پڑھاویں۔ کیوں کہ جیوں جیوں منش شاستروں
میں مہارت پیدا کرتا جاتا ہے۔ توں توں اس کی واقفیت
بڑھتی جاتی ہے۔ اور بگیاں میں رچی کرتا ہے۔
پس اُس وقت یہ دروغ گوئی بے جا ہوتی ہے
اپنے عیبوں کی طرف نہ دیکھنا وغیرہ سارے عیب
دور ہو جاتے ہیں۔ وہی تولی ہوئی اور سنجیدہ
باتیں اُس کے مُنہ سے نکلتی ہیں جن میں سب
کا فائدہ ہوتا ہے۔

اے راجن! جو خواندہ مغرور۔ اور مفلس ہو کر
اعلیٰ خواہشیں رکھے۔ جو نیچ کرموں سے دھن پیدا
کرے وہی مورکھ کہلاتا ہے جو اپنے مطلب کو چھوڑ

ادھر اودھر توجہ کرتا ہے جو بامقدور ہو کر بھی اپنے
متر کی سہائتا نہیں کرتا - اور اسمرتھ ہو کر بڑا بننے
کی خواہش کرتا ہے وہی مورکھ کہلاتا ہے جو شترو
کو متر بناوے - اور متر کو شترو - دوست کی ہانی کرے - اور
بدوست اور بغض کی باتیں کرتا رہے وہی مورکھ
کہلاتا ہے - جو اپنے بزرگوں کی شردھا سے سیوا
نہ کرے دیوتا یعنی ودوانوں کے ساتھ پوجن
(ستکار) سے پیش نہ آوے اور اپنے متر سے
پریم نہ کرے وہی مورکھ کہلاتا ہے - جو شخص بغیر
بلائے جاوے - بغیر پوچھے بکے - اور غیر معتبر کا
اعتبار کرے - جو دوسرے کو عیب لگائے - مگر خود
ویسے ہی کرم کرے - اور عیبوں سے نہ بچے اور
اور بے فایدہ کرودھ کرے وہ جاہل کہلاتا
ہے - جو دھن اور بہت سی ودیا پاکر ابھیمان
چھوڑ دیتا ہے وہی پنڈت کہلاتا ہے -
اے راجن ! - جو اکیلا ہی دھن کو بھوگتا ہے
اکیلا ہی خوبصورت محل میں رہتا ہے جو اپنے
سیوکوں کو دیئے بغیر بھوجن کر لیتا ہے اس جیسا
بے رحم کون ہوگا - انسان اکیلا ہی پاپ کرتا اور
اکیلا ہی اس کا پھل بھوگتا ہے اس کے سنگی
ساتھی سب چھوٹ جاتے ہیں - اور کرنے والا ہی

اس میں پھنستا ہے دھنش دھاری کا بان ایک
ہی کو مارتا ہے ۔ اور کبھی کسی اور کو نہیں مارتا
مگر کھوٹی صلاح راجا کو معہ راج کے نشٹ کر دیتی
ہے ۔ آپ ستوگنی بدھی سے دوست اور دشمن
کا نشچے کیجئے ۔ شام دام ڈنڈ اور بھید چار طریقوں
سے منتر اودا سین اور دشمنوں کو اپنے قابو میں
رکھئے ۔ سخت زہر ایک ہی کو ناش کرتا یا ہتھیار
سے ایک ہی آدمی مرتا ہے مگر راجا کی بگڑی ہوئی
بدھی راج کے سمیت راج کو ناش کر دیتی ہے ۔
لذیذ اور خوشگوار بھوجن اکیلا کبھی نہ کھاوے ۔
اکیلا معاملہ کو نہ بچارے ۔ اکیلا راستہ میں نہ چلے
اور سب کے سو جانے پر اکیلا نہ جاگے ۔
ہے راجندر! ایشر ایک ہے ۔ اس کو تم نہیں
جانتے ہو؟ وہ دکھوں سے اس طرح ادھار
کرتا ہے جیسے سمندر سے ناؤ پار کرتی ہے ۔ جس
کے مزاج میں کشما یا رحم ہے اسکو لوگ اسمرتھ جانتے ہیں
مگر یہ کشما در اصل دوش نہیں اور کسی وجہ سے
کسی کشما والے شخص کا نرادر نہ کرنا چاہئے ۔ در اصل
تحمل ایک بڑی طاقت ہے تحمل سمرتھوں کا زیور
ہے تحمل سے انسان سب کو قابو میں کر سکتا
ہے ۔ ایسا کوئی کام نہیں جو تحمل سے کے نہ

ہو سکے - جس کے ہاتھ میں شانتی کا کھڑگ ہے
اُس کا کوئی دُشٹ منش کیا کر سکتا ہے - جہاں تنکا
یا گھاس نہیں وہاں آگ خود ہی شانت ہو جاتی
ہے - کرودھی منش اپنے دوشوں سے آپ ہی
دُکھ میں پڑتا ہے - اکیلی کشما ہی پرم شانتی ہے
اکیلی ودیا ہی پرم سنتوش ہے اکیلا دھرم ہی کلیان
دینے والا ہے - اور کسی کی ہنسی نہ کرنا ہی پرم
سکھ ہے - شیریں زبانی اور داتاؤں سے محبت
یہ دونو کام ایسے ہیں جس سے اس لوک میں
عزت حاصل ہوتی ہے مفلسی میں ایسی چیز کی
خواہش جو نہیں میسر ہو سکتی اور کمزوری میں غصہ
یہ دونو شریر کے ناش کرنے والے تیز کانٹے ہیں
جو گرہست ہو کر کچھ کام نہ کرے اور سنیاسی ہو کر
سنسار میں پھنسے - ان دونو درشٹ کام کرنے والوں
کی کبھی پرتشٹھا نہیں ہوتی - جو سمرتھ ہو کر کشما
کرتے اور مفلسی کی حالت میں دان کا خیال
نہیں چھوڑتے یہ دونو سکھ پاتے ہیں - جو
نالایق کو پانی دیتے اور لایق (سوپاتر) کی طرف
سے ہاتھ کھینچتے ہیں اُن کے دھن کے ناش ہونے
کے بھی دو طریقہ ہیں - جو دولتمند ہو کر دان نہ
کرے مفلسی میں تپ نہ کرے بہتر ہوگا کہ ان دونو

کے گلوں میں بھاری سلا باندھ کر ندی میں ڈوبا دیا جاوے۔

اے راجن! اوتم - مدہم اور نیچ تین طرح کے کام جگت میں مشہور ہیں اور آدمی بھی اوتم - مدہم نیچ - تین قسم کے ہوتے ہیں - اس لئے حسب حیثیت ہر ایک کو کام دینا چاہئے - استری غلام اور بیٹا یہ تینوں نردھن کہلاتے ہیں اور جو چیز یہ پراپت کریں یہ اُن کے سوامی کی کہلاتی ہے - دوسرے کا دھن چھین لینا - دوسروں کی استریوں کے ساتھ ادھرم کرنا - اپنے دوستوں کو چھوڑ دینا - ان تینوں عیبوں سے منش کا ناش ہو جاتا ہے ۞

کام کرودھ - لوبھ - موہ یہ چاروں دُکھ کے دروازے ہیں اور ان چاروں سے بچنا چاہئے ۞

اے - راجن! بر دان پانا - راج کا ملنا - پتر کا جنم - اور شترو کو دُکھ سے چھوڑانا یہ چاروں سکھ برابر ہیں - کیسی ہی اپنے اوپر آفت کیوں نہ ہو مگر اپنے بھگت سیوک اور اُس شخص کو جو یہ کہے کہ میں تمہارا ہی ہوں کبھی نہ چھوڑنا چاہئے پنڈت اور راجا ایسے شخصوں سے (جو مورکھ ہوں یا چاری راشی ہونے والے خوشامدی ہوں) کبھی

صلاح نہ کرے ॥
مست شراب وغیرہ نشے پینے والا - مغرور
بہت ہیہ کام کرنے سے جس کا چت ساودھان
نہیں رہتا - پاگل - تھکا ہوا - کرودھی - زود
مزاج - لوبھی - ڈرپوک - اور کامی - یہ دس
منش کبھی دھرم کو نہیں جان سکتے - اس لئے
بدھی مان پنڈت اُن کی صحبت میں کبھی نہیں
بیٹھتے - جو راجہ کام کرودھ کو چھوڑ کر لایق منش
کو دھن دیتا ہے جو سب بستیوں ہیں خاص کر
دھن کے بیشے کو بخوبی جانتا ہے - اور جو
اپنے کام جلدی کرتا ہے اُس کی سارا جگت
آگیا مانتا ہے - اعتبار کے لایق کون منش
ہیں؟ جو اِن کو جانتا ہے - مجرم کو سزا دیتا
ہے جو کام کے پرمان اور کشما یعنی تحمل کو جانتا
ہے - ایسے راجا کی ہر طرف سے تعریف ہوتی
ہے - جو کسی کو کمزور نہیں سمجھتا - جو بدھی اور
یکتی سے شترو کی بھی سیوا کرتا ہے - جو بلوان
سے دشمنی نہیں کرتا - اور جو وقت پر اپنا زور
دکھاتا ہے وہی پرش دھیر اور مستقل مزاج کہلاتا ہے
جو بُری جگہ جاکر نہیں ڈرتا - جو ساودھان ہو کر
کوشش کرتا ہے - جو مہاتما وقت پر دکھ سہتا

ہے وہی سخت اور دشوار کاموں کو بھی کر سکتا
ہے - اور جو اپنے دوستوں سے تکرار نہیں کرتا
اور اُن سے نِر اور پاکر دُکھی نہیں ہوتا - وہی
پنڈت ہے - جو کبھی شانت منشوں سے بیر نہ
کرے اور کرودھ میں کڑوے بچن نہ کہے ابھمان
نہ کرے حد سے زیادہ منکسر نہ ہو - میں ناچیز
ہوں ایسا سمجھ کر بُرا کام نہ کرے ایسے منش
کو آریہ لوگ (سریشٹ پُرش) کہتے ہیں - جو
دیش - سمے - جاتی کے دھرموں کو جانتا ہے -
وہی پنڈت شوبھا کو بڑھاتا ہے - ایسا شخص
جن لوگوں میں جا کر بیٹھتا ہے اُن کا سوامی بن
جاتا ہے - جو اپنے برابر کے منش سے آنند محبت
اور بات چیت کرتا ہے وہی بدھی وان کہلاتا ہے
جو اپنے سے زیادہ گن والے پنڈت کو سب کاموں
میں آگے رکھتا ہے اس کی نوکل تعریف کرنے
کے لائق ہے - جو اپنے آشرم میں رہنے والوں
کو بانٹ کر پرمان سے بھوجن کھاتا ہے - بہت
کام کرنے پر بھی تھوڑا سوتا ہے اور مانگنے پر
دشمنوں سے بھی دریغ نہیں کرتا - اس کا سدا
کلیان ہوتا ہے - جس کی اچھا والے کرم کو
منش چاہتے ہیں اور پوشیدہ راز سے واقف

نہیں ہوتے وہ کبھی انرتھ میں نہیں پڑتا - جو ہمیشہ
سب کا کلیان چاہتا - سچ بولتا - اور کوملتا سے رہتا
ہے - جس کے سب سبھاو شُدھ ہیں وہ اپنی
جاتی میں ترقی پا کر ایسے پرکاش کرتا ہے جیسے
رتنوں میں مہامنی - جو اپنے کرموں کو دیکھ کر
آپ ہی شرمندہ ہوتا ہے وہ منش سب لوگوں
کا گورو ہونے کے لایق ہے - وہی تیجسوی سا
ودھان ہو کر اپنی روشنی سورج کی طرح اور لوگوں
میں پہنچا سکتا ہے ۔

اے راجن! کام کرنے میں جلدی ہرگز واجب
نہیں - ہر ایک کام کو اُس کا ترو چن - پھل اور
اور اپنی شکتی کو دیکھ کر کرنا چاہئے - راج حاصل
کرکے ظلم راج کو اس طرح ناش کرتا ہے -
جیسے سندر روپ کو بڑھاپا - دیکھو مچھلی جو کھانے
سے چٹے ہوئے کانٹے کا خیال نہ کرنے سے
اپنے پران دے دیتی ہے - اسی طرح جو بغیر
سوچے بچارے کام کرتا ہے اس کا بھی ناش ہو
جاتا ہے - جو چیز کھانے کے لایق اور اخیر میں
فایدہ پہنچاوے وہی کھانی چاہئے جو مورکھ درخت
سے کچے پھل توڑ لیتا ہے - اُس کو رس
نہیں ملتا اور بیج کا بھی ستیاناس کر دیتا ہے

جو وقت پر پکے ہوئے پھل کو توڑتا ہے اُسی کو
پھل کا رس اور بیج ملتا ہے - جس سے پھر درخت
اور درخت سے پھر پھل پیدا ہوتا ہے - اور یہ
سلسلہ ہمیشہ قایم رہتا ہے جیسے بھنورا پہلے پھول
کی سکھشا کرتا ہے اور پیچھے اُس کا رس پیتا ہے
اور کبھی درخت کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے - اسی
طرح منش کو بھی کام کرنا چاہئے - جس طرح مالی
درخت سے پھول لیتا ہے - اور کبھی درخت
کو نہیں کاٹتا - یہی عمل منش کو واجب ہے -
اس کام کے کرنے سے ہمیں کیا فایدہ ہوگا اور
نہ کرنے سے کیا نقصان ہوگا یہ سب پہلے سوچ
لینا چاہئے - بہت سے کام نہ کرنے سے خود
ہی سدھ ہو جاتے ہیں - اور بہت سے کتنی محنت
کیوں نہ کرو - مگر سدھ نہیں ہوتے - جس منش
کی خوشی سے کچھ فایدہ نہیں - اور جس کے
کرودھ سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا - ایسے شخص
کی سیوا ویسی ہی ہے جیسے مخنث استری کا سنگ
بے فایدہ ہوتا ہے بُدھی مان ایسے کام کو جلد کرتا
ہے - جس میں محنت کم اور فایدہ بہت ہوتا
ہے کیونکہ ایسے کاموں میں بگھن نہیں ہوتا ہے
پشوؤں کا جیون سیکھوں سے ہے راجہ منتریوں

کا متر ہے - اور پتی اپنی استری کا متر ہے -
اور برہمنوں کا وید منتر سے ستیہ سے دھرم
کی اور یوگ سے ودیا کی اور اوبٹن سے روپ
کی رکشا ہوتی ہے -

اے راجپوت! ہمارا یہ سدھانت ہے کہ بڑے چتر
اور کھوٹے منش سے جس کا کوئی پرمان نہیں
جو نیچ ہو کر بھی اچھے کام کرے وہی تعریف
کے لایق ہے - جو دوسرے کے دھن - روپیہ - بل
ساکھ اور آدر کو دیکھ کر جلتا ہے - اس کے روگ
کی کوئی دوا نہیں - جو شخص ڈر کر پہلے ہی
کام چھوڑ دیتا ہے وہ مورکھ ہے - جس میں
کچھ نقصان ہو اور فایدہ کسی طرح کا نظر نہ آوے
وہ کام کبھی انسان کو نہیں کرنا چاہئے - مورکھوں
کے لئے ودیا دھن اور سنسار سے غرور کے باعث
ہیں - اور مہاتماؤں کے لئے یہی تینوں سکھدایک
ہوتے ہیں - اگر کوئی مہاتما کسی دشٹ کے پاس
کسی کام کے لئے جاوے اور وہ اس کو کر دے
تو جس یہ اس کی بڑائی سود ہوتا ہے اور مہاتما
لوگ اس کی اتنی ہی بات سے سادھو مان لیتے
ہیں مہاتما لوگ پنڈتوں کے لئے گتی دینے والے ہوتے -
مہاتما پنڈتوں کو کامیت دینے میں مہاتما دشٹوں کو

بھی سکھ پہنچاتے ہیں - لیکن مہاتما اُن شخصوں
سے جو بظاہر سادھو اور باطن میں دُشٹ ہوتے
ہیں کبھی نہیں ملتے اور نہ اُن کو فایدہ پہنچاتے
ہیں - لبستر دھاری سبھا کو جانتا ہے سواتوی والا
راستہ کو جیت لیتا ہے - مگر شیل وان سب پر
فتح پا سکتا ہے - پرش میں شیل ہی پردھان
گن ہے - اس کے ناش ہونے سے جیون دھن
بندھو اور باندھو سب کا ناش ہو جاتا ہے - ایشوریہ
کا نشہ شراب سے بھی زیادہ ہوتا ہے - کیونکہ دھن
کا متوالا سوامی اور سیوک کو کچھ نہیں سمجھتا - ایشوریہ
کو اس طرح بھوگو جس سے ذرا بھی بدھ نہ ہو -
جیسے سورج اور چندرماں گرہن سے نکلتے ہیں
اسی طرح وہ شخص جنھوں نے اپنی اندریوں پر
قابو حاصل نہیں کیا بے قرار رہتے ہیں - من کو
اپنے قابو میں رکھنے والا شکل پکش کے چندرماں
کی طرح بڑھتا رہتا ہے - اور اندریوں کی خواہش
کا پیرو کبھی سکھ نہیں دیکھ سکتا - جو مورکھ اپنے
من کو قابو میں کئے بغیر کذب کو زیر کیا چاہتا
ہے یا کذب کو زیر کئے بغیر اپنے دشمنوں
کو جیتنا چاہتا ہے وہ سب باتوں سے نشٹ ہو
جاتا ہے - جو پہلے اپنے من پر مثل شترو کے فتح

پا لیتا ہے پھر کٹنب کو اپنے بس میں کرتا ہے - وہی
دشمنوں کو جیت سکتا ہے - من کو قابو میں رکھنے والے
دشمنوں کو ڈنڈ دینے والے - اور پریکشا کرکے کام
کرنے والے بڑے مستقل مزاجوں کو ہی لکشمی ملا کرتی ہے
ہے راجن! شریر رتھ - اندریاں گھوڑے - اور
من سارتھی ہے جو آتما ساودھان ہو کر اس رتھ
میں بیٹھتا ہے وہی سکھ اور آسانی سے اپنی زندگی
کا راستہ طے کرتا ہے - جیسے دُشٹ گھوڑے راستہ
میں سارتھی کو مار ڈالتے ہیں - جس مورکھ نے من
کو بس میں نہیں کیا - وہ مورکھ دُکھ کو سکھ -
ارتھ کو انرتھ اور انرتھ کو ارتھ سمجھتا ہے - جو
شخص دھرم اور ارتھ کو چھوڑ کر اندریوں کے
پیچھے ہو لیتا ہے - اُس کے دھن - پران - اندری
سب نشٹ ہو جاتے ہیں - بدھی مان اندریوں کو
جیت کر بدھی سے من کو اپنے بس میں کرے -
بدھی ہی من کا متر اور بدھی ہی من کا شترو ہے
جیسے چھوٹے جالوں سے بڑی مچھلی نہیں پکڑی جا
سکتی - ایسے ہی کام اور کرودھ منش کی بدھی سے
نہیں پکڑے جاتے - یہ دونوں بدھی کا ناش کر دیتے ہیں
جو دھرم اور ارتھ کو دیکھ کر سامگری جمع کرتا ہے
اُس کو اُس سامگری سے ہمیشہ سکھ پہنچتا ہے - جس

نے اپنے من سے پیدا ہوئے پانچ شتروؤں (لوبھ-موہ اہنکار- کرودھ - دویش) کو جیت لیا ہے - وہی دوسرے دنیوی شتروؤں کو جیت سکتا ہے - بلکہ کوئی شترو اُس کے پاس نہیں پھٹکتا جو منش ان پانچ شتروؤں کو اپنے بس میں نہیں کرتا ہے وہ سخت آفتوں میں گرتا ہے اگر مہاتما جان بوجھ کر وشسٹ کا سنگ نہیں چھوڑتا تو ایک دن ڈنڈ کا مستحق ہوگا - وشسٹ کھوٹے منش کو شانتی -سادگی - پوترتا- سنتوش شیریں کلامی اندریوں پر قابو اور قایم مزاجی کبھی نصیب نہیں ہوتی - اس کے علاوہ اس کو آتمک گیان کبھی نہیں حاصل ہوتا- نہ وہ بچن کی رکشا کرنا جانتا ہے- پھر دان کی اصلیت کو کیا سمجھے گا - ایسے دنش ہنسا کو ہی اپنا بل سمجھتے ہیں - اور اسی ہنسا سے راج ڈنڈ کو ترقی ہوتی ہے ؛

پتی کی سیوا استری کا بل ہے - برداشت اور تحمل پنڈتوں کا بل ہے ہے راجن! بچن کو قابو میں رکھنا بہت مشکل ہے - میٹھی بانی کامیابی کو بڑھاتی ہے- وہی بانی کڑوی ہونے پر انرتھ اور اوپدرو پیدا کرتی ہے - اور بان (تیر) کا زخم بھی ایک دفعہ بھر جاتا ہے لیکن جو زخم بچن سے ہوتا ہے وہ کبھی نہیں بھرتا- بان کی نوک نکل سکتی ہے

لیکن بچپن کی پھانس ایسی گھری جاتی ہے کہ اس کو
کوئی نہیں نکال سکتا - کیونکہ وہ ہردے میں گڑھ جاتی ہے
پرالبدھ جس کو دُکھ دینا چاہتی ہے پہلے اُس کی
بدھی بگاڑ دیتی ہے - بدھی کے بگڑنے پر منش نیچ
کام کرنے لگ جاتا ہے اور جب کرم بگڑنے میں
فوراً ناش کا وقت آ پہنچتا ہے ×
ہے راجن! سب تیرتھوں کی یاترا ایک طرف اور
سب کو یکساں (بلا رو رعایت) دیکھنا ایک طرف۔
ان دونوں میں سمان دیکھنا ہی زیادہ ہے - اس
لئے آپ اپنے سب بیٹوں اور بھتیجوں کو سم درشٹی
سے دیکھئے - ایسا کرنے سے آپ کی کیرتی لوک پرلوک
میں ہوگی - اور آپ کا دھرم بنا رہیگا - جس منش
کی کیرتی اور دھرم قایم رہے - اُس کو پرتھوی پر
ہی سورگ ہوتا ہے جس طرح پرہلاد نے اپنے
بیٹے کی جان بچانے کے لئے جھوٹ نہیں بولا اسی
طرح آپ راج کے لیئے کیوں انرتھ میں پڑتے ہو
میں یہ چاہتا ہوں کہ جھوٹ بولنے سے پتر اور
منتریوں کے سمیت آپ کا ناش نہ ہو ×
دیوتا (رودوان) لاٹھی لے کر پشوؤں کی طرح
منشوں کی رکشا نہیں کرتے - وہ جس کی رکشا کرنا
چاہتے ہیں - اُس کو اُتم بدھی دیتے ہیں - یہ اچھل

اچھا نہیں آپ کو بہت ذلیل کریگا - آپ کی رکشا
صرف دھرم سے ہی ہو سکتی ہے - بُدھی مان کو چاہئے
کہ چور - دھورت - جوتشی - دھورت وید - تنتر و منتر -
اور رنڈی بھڑوے کو کبھی اپنی طرف سے گواہی بطور
پیش نہ کرے - ہے راجن! جو آور کے لئے اگنی
ہوتر کرتا ہے - آور کے لئے ودیا پڑھتا ہے - آور کے
لئے یگیہ کرتا ہے اس کا کلیان کبھی نہیں ہوتا - جو
پرمیشور کی اچھا پر اُن کے ثمرہ کو چھوڑتا ہے - وہی
سکھ اور آنند پاتا ہے - چاندنی رات سے روپ -
چرتر سے دھرم - بیوہار سے ساد ہوتا - بدھ سے شوربیرتا
مشکل کام میں عقل کی تیزی - اور آفت کے
وقت متر جانے جاتے ہیں - بڑھاپا روپ کو - آشا
دھیرج کو - مرتیو پرانیوں کو - دشٹتا دھرم کو - کرودھ
لکشمی کو - دشٹوں کی سیوا شیل کو - کام (غیر انتہی)
لجا کو اور ابھیمان سب کو ناش کر دیتا ہے - لکشمی
اچھی کاموں سے حاصل ہوتی ہے گمبھیرتا سے بڑھتی ہے
اور اچھے کاموں میں مستقل ہونے سے اُس کی جڑ
جمتی ہے - اگر اندریوں پر قابو ہو گیا تو استخر بوجانی
ہے راجن! بُدھی - اُتم کل میں جنم - اندریوں کی
جیتنا - ودیا - پراکرم - گویائی کی طاقت - یتھا
شکت دان - اور اُپکار کرنے والے کو ماننا یہ آٹھ

گُن منش کو مشہور کرتے ہیں - یگ - دان - تپ اور ودیا یہ چار گن منش کو سورگ میں پہنچاتے ہیں - جیتندری پن - ستیہ - کوملتا اور دیا یہ چار گن ہمیشہ مہاتماؤں کے ساتھ رہتے ہیں - یگیہ کرنا ودیا پڑھنا دان - تپ - ست - کشما - دیا اور لوبھ نہ کرنا یہی آٹھ دھرم کے مارگ ہیں - ان میں پہلے چار جو ہیں اُن کو پاکھنڈی بھی پاکھنڈ کے لئے کر سکتے ہیں لیکن پچھلے جو چار ہیں ان کو سوائے مہاتماؤں کے اور کوئی نہیں کر سکتا - وہ سبھا نہیں جہاں بوڑھے (بزرگ) نہ ہوں - جو دھرم کا برتن نہیں کرتے وہ بوڑھے نہیں ہیں - جس میں ذرا بھی چھل ہے وہ سچ نہیں - جو کسی کی ترقی دیکھ کر دکھی نہیں ہوتا - اور اپنی بدھی کو ٹھیک رکھتا ہے وہ کبھی دکھ میں نہیں پڑتا - اور سدا سکھ پاتا ہے - جو اپنی بُدھی سے بُدھی کو بڑھاتا ہے وہی پنڈت کہلاتا ہے -

دن میں ایسا کام کریں - جس سے رات کو سکھ سے سوویں - چھ ماہ میں ایسا کام کرنا چاہیئے - جس سے بڑھاپے میں سکھ ملے - جیون بھر میں وہ کام کریں جس سے مرنے کے بعد سکھ ملے - جب اَن (غذا) پچ (ہضم) جاوے تب اُسکی تعریف

کرنی چاہئے جب استری شیل سے ضعیفی پر پہنچے تب ہی تعریف کی مستحق ہے -

ہے راجن ! یہ پرانا اتہاس اس جگہ قابل ذکر ہے جس میں اتیری رشی وسادبیہ کا سمباد ہے - ایک دفعہ مہاتما ایتری پرم ہنس کی صورت میں بھرمن کر رہے تھے - اس وقت سادبیہ نے آکر کہا مہاراج میرا نام سادبیہ ہے - میں آپ کو دیکھ کر آپ کے تپ کا اندازہ نہیں کر سکتا - آپ دویا - دھیرج اور بدھی سے بھرپور ہیں - ہم کو ایسا اپدیش کیجئے - جس سے ہمارا کلیان ہو - پرم ہنس بولے - ہم کو صرف اتنا ہی معلوم ہے - کہ ہردے کی گانٹھ دور کرکے اندریوں کو جیتنا - سچ بولنا - اور سب کے سکھ دکھ کو اپنے جیسا سمجھنا ہی دھرم ہے - جو کوئی اپنے سے کھوٹے شبد کہے اس کو جواب نہیں دینا چاہئے اس طرح سے جیتا ہوا غصہ اس بد زبان کا ناش کر دیتا ہے اور کشما کرنے والے کا کلیان ہوتا ہے منش بڑی بات نہ کہے - کسی کا نرادر نہ کرے - ابھمان کے پاس نہ جاوے - نیچ کی خدمت نہ کرے - اور کڑوی بانی نہ بولے - کیونکہ کڑوی بانی منش کے نرم ہردے - ہڈی اور پرانوں کو بھسم کر دیتی ہے - اس لئے اس سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے -

یہ دکھ وایک کڑوی بانی منش کے ہردے میں کانٹے
کی طرح چبھتی ہے - یہ کڑوی بانی منش کو شکھ میں
مفلسی اور موت کی طرح ستاتی ہے - خواہ کیسی سخت
ہانی کیوں نہ ہو اور زہر میں بجھے ہوئے تیز بان
کی طرح کیوں نہ لگے - اور کتنا ہی اُس سے دکھ
کیوں نہ پہنچے مگر مہاتما دکھ نہیں مانتے اور وہ ہمیشہ
آنند میں رہتے ہیں - خواہ سادھو کی سیوا کرو - یا
دشٹ کی - چاہے تپسی کی خدمت کرو یا چور کی
مگر منش اپنے مالک یا سوامی کے قابو میں ایسا
ہو جاتا ہے جیسا کپڑا رنگ میں - مالک کے روپہ
پر سیوک کو اپنی عادتیں بنانی پڑتی ہیں - بہت
باد بواد اچھا نہیں - متحمل شخص سے دیوتا لوگ
بھی راضی رہتے ہیں - بہت زیادہ بولنے سے نہ
بولنا اچھا ہے - بولنے سے سچ بولنا اچھا ہے -
سچ میں پیارا بولنا اچھا ہے - اور پیارا بولنے میں
دھرم کے ساتھ بولنا بہت اچھا ہے - بولنے کے
یہ چار بھید ہیں - جو منش جیسے منش کے
سنگ میں رہتا ہے جیسے منش کے پاس بیٹھتا ہے
جیسا بننا چاہتا ہے - ویسا ہی بن جاتا ہے - جہاں
سے منش اپنے چت کو لوٹانا چاہتا ہے - وہاں
سے لوٹ جاتا ہے جو شخص دکھ سے علیحدہ ہے

وہ کسی کے جیتنے کی خواہش نہیں کرتا نہ کسی سے
بیر کرتا ہے - نہ کسی کے مارنے کی خواہش کرتا ہے -
ایسا شخص اپنی تعریف یا عزت میں راضی یا دُکھی
نہیں ہوتا - اُس کا سوبھاؤ سمان ہو جاتا ہے - اور
یہ سب کا کلیان چاہتا ہے - کبھی بھی کسی کے نقصان
میں اس کا چت نہیں جاتا - وہی اوتم ہے جو بغیر مطلب
کے بچن نہ کہے جس چیز کی پرتگیا کی اُسے دیدے
دشمن کے وقت کو دیکھتا رہے وہی چتر پُرش کہلاتا
ہے - جو بُرے بچن کہے اور ہمیشہ لوگوں کے ساتھ
بُرائی کرتا رہے وہ نیچ پرش ہے - جس کا کسی کو
اعتبار نہ ہو - اپنے کئے ہوئے کام میں بھی ہمیشہ شک
رکھے اور دوستوں کی بےعزتی کرے وہ ادھم پُرش
کہلاتا ہے منش کو واجب ہے کہ ہمیشہ اوتم شخصوں
کی ہی سنگت کرے اور اپنی کار براری کے واسطے
مدھم پرش کے پاس بھی چلا جاوے - لیکن جس
کو کلیان کی خواہش ہے وہ کبھی نیچ کے پاس نہ
جاوے - منش دُشتوں کی صحبت سے دُشٹ ہو جاتا ہے
اُس کے بُدھی اور من سب نشٹ ہو جاتے ہیں -
اس سے اُس کی ترقی بھی نہیں ہوتی - اور ترقی نہ
ہونے سے اُس کی تعریف بھی نہیں ہوتی اور تعریف
کے نہ ہونے سے خاندان کی عزتوں کا بھی ناش ہو جاتا ہے

جن کے من - چت اور شریر چنچل ہیں - جو اندریوں
کے قابو میں رہتے ہیں - اُن کو دھرم اور ارتھ اس
طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے ہنس سوکھے تالاب کو چھوڑ
کر چلے جاتے ہیں - جل میں ناؤ کی طرح جس کا
پیٹ ڈانواڈول ہو اور جو بلا مطلب اور بغیر بات
کے کرودھ کرے - جو یوں ہی راضی ہو جاتا ہے وہ
مورکھ ہے - منش خواہ مفلس ہو خواہ دولتمند - مگر
اپنے دوستوں کی ضرور خدمت کرتا رہے - متروں
کے چھوٹنے سے روپ نشٹ ہوتا ہے متر کے ویوگ
سے گیان نہیں رہتا - متر کی جدائی سے انیک روگ
ہو جاتے ہیں -

ہے راجن! متر کے شوک سے شریر جلتا ہے - اور
شترو پرسن ہوتے ہیں - منش بار بار پیدا ہوتا ہے -
بار بار مرتا ہے - بار بار ترقی ہوتی ہے اور اسی طرح
مفلسی آتی رہتی ہے - کبھی دان دیتا اور کبھی خود
بھکشا مانگنے کے لایق ہو جاتا ہے - کبھی خود سوچ میں
پڑتا ہے - اور کبھی اپنے دشمنوں کو شوک میں ڈالتا
ہے - سکھ - دوکھ - ہانی - لابھ اور جیتنا یہ اکثر ہوا
ہی کرتے ہیں - منش کو چاہیئے - کہ ان سب سے دکھ
اور سکھ نہ مانے - دولت اور عشرت کے غرور میں بدھی
اس طرح ناش ہوتی ہے جیسے سوراخ والی گھڑی

سے جل گر جاتا ہے۔
ہے راجن۔ ودیا۔ تپ۔ اندریوں کا جیتنا اور لوبھ نہ کرنا۔ ان کے سوائے شانتی کا کوئی اپاؤ نہیں۔ بدھی سے بھے (خوف) کا ناش ہوتا ہے تپ سے پرم پد ملتا ہے۔
گروؤں کی سیوا سے گیان پراپت ہوتا ہے۔ بہت سے خوشامدی۔ اور بہت سے راستے بھائیوں کی جھوٹی ستتی سننے پر دکھی منش کو کبھی سکھ نہیں ملتا۔ نہ دوکھی منش کو استریاں خوش کر سکتی ہیں۔ جو منش قوم میں بھید ڈالتی ہیں وہ دھرم نہیں کر سکتے۔ جنہوں نے قوم میں تفرقہ ڈالا وہ سکھ نہیں بھوگ سکتے۔ قوم میں تفرقہ بنانے بنانے والوں کی عزت نہیں ہوتی۔ اور نہ کبھی اُن کو جھگڑوں سے شانتی ملتی ہے۔ گوؤں میں دودھ ہی دھن ہے۔ برہمنوں میں تپ (ودیا) ہی دھن ہے۔ استریوں میں پتی برتتا ہی دھرم ہے۔ منشوں میں قوم سے پریم کرنا ہی دھن ہے۔
مناسب ہے کہ منش بیٹے پیدا کر کے اُن کو لکھا و پڑھا دے۔ پتا پر بیٹوں کا فرض اس سے بڑھ کر دوسرا نہیں۔ بچہ بھی اگر پڑھ سکے تو اُن کو کسی عمدہ پیشہ پر لگا دینا چاہیئے۔ اور لڑکیوں کو بھی پڑھا کر اچھا گھر اور لایق بر دیکھ کر بیاہ دے۔ جب یہ سب کام گرہست کے ہو چکیں۔ فوراً بان پرست آشرم لے کر

بن میں نیپشیا کرے - منش کو واجب ہے کہ جس میں اپنی ترقی کی اچھا - تیج - شکتی - ساہس - دھرم - اُدیوگ اور کام کرنے کا نشچے یہ گن ہوں اُسے مفلسی سے کیا خوف ہے -

منش کو اُچت ہے کہ جب اپنے کلیان کی اچھا کرے پہلے دھرم کرے - دھرماتما منش کا پریوجن کبھی ضایع نہیں ہوتا - جو تکلیف سہہ کر دھرم میں من لگاتا ہے - وہی جگت اور آتمک گیان کو جانتا ہے جو منش موقع اور وقت کا بچار کر کے دھرم ارتھ اور کام کرتا ہے وہ ان تینوں کے پربھاؤ سے موکش پاتا ہے - جو آفت کے آنے پر نہیں ڈرتا - کرودھ اور آنند کو روکتا ہے - وہ سکھ کو حاصل کرتا ہے -

منشوں کے پانچ قسم کے بل ہیں - اچھی صلاح کا ملنا دھن کا پاس ہونا اپنے پرشوں کا ادھکار - اور برادری کا بل - اور قوت بازو - مگر یہ بازوؤں کی طاقت سب طاقتوں میں کمتر ہے - جو شخص ان پانچوں طاقتوں کو جمع کرتا ہے اُس کو سب طاقتوں میں افضل بدھی کی طاقت حاصل ہوتی ہے - ایسا کون پنڈت ہے جو راجا سانپ - شترو - بھوگ - اور آیو کا وشواش کرے - سانپ اگنی - شیر - اور اونم خاندان میں پیدا ہوئے پرش کو کبھی حقیر نہ سمجھنا چاہئے - کیونکہ جگت میں یہ سب تیجو سے

ہیں - منش کو اپنی عمر کا بڑا گھمنڈ ہے اُس کو اچل
سمجھتا اور کبھی مرتیو کا خیال دل میں نہیں لاتا ہے -
دیکھو اول تو منش کی عمر کا اندازہ ہی سو برس ہوتا ہے
اس میں پچاس برس تو آدھی رات کے سونے میں
گذر جاتی ہے - اس میں اور کچھ کام نہیں ہوتا -
باقی رہی آدھی - اُس کے تین حصہ کر لیجئے جس کا
ایک حصہ لڑکپن - کی اگیان اوستھا میں جاتا ہے -
دوسرا بڑھاپے کا ہے جس میں سارے قواء ضعیف
ہوتے ہیں - اور کسی کام کرنے کا اوتساہ باقی نہیں
رہتا - تیسرا حصہ جوانی کا باقی رہا - وہ بھی ہمارے
دوست و رشتہ دار کے بیوگ - جدائی - پرائی سیوا
ہانی لابھ کے دُکھ سکھ میں چلا جاتا ہے اگر سو برس
جیئیں بھی تو اس میں سکھ کے دن کچھ بھی نہیں
ملتے - یہ تو جل ترنگ کی طرح جیون ہے - اس میں
پرانیوں کو سکھ کہاں سے ملیگا -

اوم شم

آریہ پتر کا لاہور

۱۶ صفحہ کا یہ ہفتہ وار اخبار ہر سنیچر کو انگریزی زبان میں لاہور سے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لاہور کی طرف سے شائع ہوتا ہے جس میں ویدک دھرم سمبندھی سماچار اور گورو کل وید پرچار فنڈ آدی فنڈوں کے متعلق خبریں اور ویدک سدھانتوں پر متانت سے بحث ہوتی ہے اور تمام لوگوں کے لئے روے زمین کی تازہ و دلچسپ خبریں بھی درج ہوتی ہیں چندہ معہ محصول ڈاک لاہور والوں سے للعہ اور باہر والوں سے پانچ روپیہ لیا جاتا ہے۔ ایک پرچہ کی قیمت ۲ ر ہے۔

آریہ مسافر میگزین

یہ ۴۰ صفحہ کا ماہواری رسالہ اردو زبان میں ہر ماہ ہردوار سے شائع ہوتا ہے اس میں اردو دانوں کے لئے ویدک دھرم اور دیگر ست شاستروں کی نسبت مفصل عالمانہ بحث ہوتی ہے۔ سالانہ چندہ معہ محصول ڈاک صرف تین روپیہ درخواستیں بنام لالہ وزیر چند۔ منیجر آنی چاہئیں۔

اوم

آریہ سماج کے نیم

۱- سب ستیہ وِدّیا اور جو پدارتھ وِدّیا سے جانے جاتے ہیں اُن سب کا آدی مول پرمیشور ہے۔

۲- ایشور سچدانند سروپ - نراکار - سروشکتیمان - نیائے کاری - دیالو - اجنما - اننت - نروکار - انادی - انوپم - سرو آدھار - سرویشور - سرو ویاپک - سرو انتریامی - اجر - امر - ابھے - نِتّ - پوتر اور سرشٹی کرتا ہے - اُسی کی اُپاسنا کرنی یوگیہ ہے۔

۳- وید ستیہ وِدّیاؤں کا پُستک ہے - وید کا پڑھنا پڑھانا اور سُننا سُنانا سب آریوں کا پرم دھرم ہے۔

۴- ستیہ گرہن کرنے اور استیہ کے چھوڑنے میں سروداا اُدیت رہنا چاہیے۔

۵- سب کام دھرمانوسار ارتھات ستیہ اور استیہ کو وچار کر کرنے چاہئیں۔

۶- سنسار کا اُپکار کرنا آریہ سماج کا مُکھیہ اُدیش ہے - ارتھات شاریرک آتمک سماجک اُنتی کرنا۔

۷- سب سے پریتی پُوروک دھرمانوسار یتھا یوگ ورتنا چاہیے۔

۸- اوِدّیا کا ناش اور وِدّیا کی وردھی کرنی چاہیے۔

۹- پرتیک کو اپنی اُنتی سے سنتشٹ نہ رہنا چاہیے - کِنتو سب کی اُنتی میں اپنی اُنتی سمجھنی چاہیے۔

۱۰- سب منشیوں کو سماجک سرو ہتکاری نیم پالنے میں پرتنتر رہنا چاہیے اور پرتیک ہتکاری نیم میں سب سوتنتر رہیں۔

آریہ پستک پرچار ٹریکٹ نمبر ۴

اوم

مہرشی دیانند کی تعلیم

(۲)

درس و تدریس

از

شریمان رائے ٹھاکر دت صاحب دہون اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پشاور

زیر نگرانی و اہتمام مہاشہ وزیر چند ادھشٹاتا محکمہ آریہ پستک پرچار

قائم کردہ

شریمتی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب تیار ہو کر

شائع ہوا

آریہ سموت ۳۹،۲۹ ۳۹۰۰۶ عیسوی سنہ ۱۹۰۳

اوم

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	نمبر	مضمون
۱۶-	کلام ربانی اور نیچر-	۳۲	(۱) پراچین گرنتھ کا پرمان نہیں-
۱۷	علمی عمداً غلطیاں-	۳۳	(۲) انسانی نیچر کا بہت خیال نہیں کیا۔
۱۸	پانچ تتو یا دھاتو-		
۳۴	(۳) طالب علموں کی پدھیاں مختلف-	۳۷	(۶) ویاکرن عرصہ مقررہ میں نہیں پڑھا جا سکتا-
۳۵	(۴) اس زمانہ کے لئے یہ سکیم نہیں بنائی گئی-	۳۸	(۷) وید بھاشیہ بھومکا اور ستیارتھ پرکاش کی پرنالی میں اختلاف ہے-
۳۶	(۵) سنسکرت دیش کی بھاشا نہیں-		

نوٹ- ستیارتھ پرکاش کے حوالجات اُس مستند اردو ترجمہ سے ہیں جو زیر نگرانی رائے پیڑارام دھون اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ۱۸۹۹ء میں طبع ہوا-

اوم

مہرشی دیانند کی تعلیم

درس تدریس

تمہید

ماں باپ کے ذمہ بچہ کی اُس قدر تربیت و تعلیم کا فرض ہے جو وہ آٹھویں برس کی عمر تک حاصل کر سکے۔ اُس کے بعد درس تدریس کے قواعد کے مطابق بچوں کو اُستاد سے تعلیم ملنی ضروری ہے والدین اپنے فرائض دنیا داری سے نہ اس قدر فرصت رکھتے ہیں۔ نہ ان کو اتنی لیاقت ہوتی ہے اور نہ یہ امر مناسب ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے لڑکے لڑکیوں کو خود تعلیم دے۔ پس سوال یہ ہے کہ اس بڑے بھاری کام کا کیا انتظام ہونا چاہئے۔ معلم کیسے ہوں۔ درسگاہ کہاں ہوں۔ کیا کیا کتب پڑھائی جاویں۔ طریقہ تعلیم کیسا ہو؟ یہ ایسے اہم سوالات ہیں کہ مہذب ملکوں میں صدہا علما نے اُن پر وچار کیا اور بیسیوں کمیٹیاں اور کمیشن قائم

ہوئے کہ ان کے متعلق تحقیقات کر کے رپورٹ کریں ہزاروں کتب ان مضامین پر لکھی گئیں ہربرٹ سپنسر جیسے بڑے بڑے فلاسفروں نے اس ادق مسئلہ پر بڑی تحریرات شایع کیں۔سررشتہ تعلیم اور یونیورسٹیوں نے قواعد بنائے اور دستورالعمل مرتب کئے۔گورنمنٹ کی طرف سے قانون نافذ ہوئے۔مگر تا حال ہر جگہ شکایت یہی ہے۔کہ موجودہ طریقۂ تعلیم ناقص ہے۔اُس سے وہ فایدہ حاصل نہیں ہوتا جو تعلیم سے مقصود تھا۔جن لوگوں نے اس ضروری مسئلہ پر خوض کیا ہے اُن کو واجب ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے تیسرے سمولاس کو غور سے پڑھیں۔اُس میں جو چند اصول اور ہدایات درج ہیں۔وہ ایک رشی کے وچار کا نتیجہ ہیں۔اور چونکہ وہ مغربی طریقہ تعلیم کے بہت کچھ مخالف ہیں اس واسطے اگر تقلید کے لئے نہیں تو مقابلہ کے لئے ہی اُن کو پڑھنا مفید ثابت ہوگا۔یہ سچ ہے۔کہ اب تک سوائے گوروکل کانگڑی ہردوار کے جو دو تین سال سے قایم ہوا ہے اِس طریقہ پر کوئی عملی کارروائی نہیں کی گئی۔جس سے یہ کہا جاوے کہ آج کل وہ کامیاب ثابت ہوا۔لیکن اس میں مہرشی کا قصور نہیں۔وہ سب کام خود نہیں کر سکتے تھے پیشوایان مذہب خیالات دے جایا کرتے ہیں۔اُن سے فایدہ اُٹھانا عوام کا کام ہوتا ہے۔سچ ہے کہ ان درسگاہوں میں بھی جو سوامی جی کی یادگار ہونے کا دعوے کرتی ہیں۔اور جو اُن کے

پیروکاران کے اختیار میں ہیں۔ ان پر عملدرآمد نہیں کیا گیا تو اس کے چند ایک بواعث تھے جن کے ذکر کرنے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ سب سے زبردست رکاوٹ سررشتہ تعلیم و یونیورسٹی کے وہ ضوابط ہیں۔ جن کے مطابق کہ گورنمنٹ کے عہدوں پر تقرری اور وکالت۔ ڈاکٹری و انجنیری وغیرہ کی سندیں دی جاتی ہیں۔ علاوہ اس کے جن لوگوں کے ہاتھوں میں ایسی درسگاہوں کا اقتدار آگیا وہ مغربی طریقہ تعلیم پر فریفتہ تھے۔

پہلا اصول برہمچریہ یعنی عِفّت

پہلا اصول جس پر سوامی جی کی کُل زندگی شہادت دیتی ہے اور جس پر وہ بار بار زور دیتے ہیں۔ یہ ہے۔

جب تک (لڑکے لڑکیاں) برہمچاری یا برہمچارنی رہیں۔ تب تک عورت و مرد کے باہمی (۱) دیدار (۲) مس (۳) اکیلا رہنے (۴) بات چیت کرنے (۵) شہوت انگیز قصے (۶) باہم کھیلنے (۷) شہوت کا خیال۔ اور (۸) شہوانی صحبتیں۔ ان آٹھ قسم کی زناکاری سے الگ رہیں اور معلموں کو چاہیے۔ کہ ان کو ان باتوں سے بچاویں۔ صفحہ (۴۲)۔

مقابلہ کیجئے ان آٹھ قسم کے شہوت انگیز افعال کو۔ کہاں تک رشی لوگ باریک بین تھے نہ صرف ناجائز۔ ہمصحبتی کو ہی وہ

زنا مانتے ہیں۔ بلکہ شہوت آمیز دیدار کو بھی ایک گونہ زناکاری میں شامل سمجھتے ہیں۔ کیسے پاک اور اعلیٰ خیالات ہیں۔ اور کہاں تک وہ ہر ایک بُرائی کی جڑ تک پہونچ جاتے ہیں۔ آنکھ کو سمبھالو۔ خیالات کو ضبط کرو۔ شہوت دکھ نہ دے گی۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ :-

لڑکوں اور لڑکیوں کی پاٹھ شالہ ایک دوسرے سے دو کوس دور ہونی چاہئے۔ جو معلمہ یا معلم یا نوکر چاکر ہوں۔ لڑکیوں کے مدرسہ میں سب عورتیں اور مردانہ مدرسہ میں مرد ہوں۔ زنانہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ پاٹھ شالہ میں پانچ برس کی لڑکی بھی نہ جانے پاوے۔"

یہ ہدایت آج کل کے یورپ اور امریکہ کے عمل سے مختلف ہے وہاں چھوٹے چھوٹے لڑکے لڑکیاں ایک ہی مدرسہ میں اکٹھے پڑھتے ہیں۔ اور بہت سے مردانہ مدرسوں کی معلمہ عورات ہیں اور اس کے برعکس بہت جگہ کالجوں میں بھی بڑے لڑکے لڑکیاں ایک ہی پروفیسر سے تعلیم پاتے ہیں۔ آیا وہ طریقہ علیٰحدگی کا جس کی سوامی جی نے ہدایت کی ہے۔ بہتر ہے۔ یا یہ جو اس وقت لڑکے لڑکیوں کے باہم میل جول کا مہذب ملکوں میں مروج ہے اس کی نسبت ہم رائے زنی کرنا نہیں چاہتے۔ ہر ایک معقول شخص خود سمجھ لے کہ انسانی فطرت کو پاکیزہ رکھنے کا کون سا دستورالعمل زیادہ

مفید ثابت ہوگا۔

ایک اور ہدایت یہاں پر قابل تحریر ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔
ہمیشہ تنہا سوویں۔ ویریہ یعنی منی کا انزال کبھی نہ
کریں۔ جو خواہش سے انزال منی کرتا ہے۔ تو ایسا
سمجھو کہ اُس نے برہمچریہ کے عہد کو توڑ دیا (صفحہ ۵۹)

دوسرا اصول۔ گروکل یعنی طلباؤں کی درسگاہیں آبادیوں سے دور ہوں

۲۔ دوسرا اصول۔ جس کے بارہ میں سخت تاکید کی گئی ہے۔ یہ ہے کہ درسگاہ آبادیوں سے متصل نہ ہوں وہ فرماتے ہیں کہ:۔
تعلیم پانے کا مکان کسی تنہا موقعہ پر ہونا چاہیئے۔
مدرسہ سے گاؤں یا شہر چار کوس دور رہنا چاہیئے۔
کئی اصحاب کے دل میں خیال پیدا ہوگا۔ کہ طلباء کس طرح اس قدر مسافت روزمرہ طے کریں گے۔ اور گھر سے مدرسہ تک اور پھر واپس گھر کس طرح پہنچیں گے ان کو معلوم رہے کہ سوامی جی موجودہ طریقہ تعلیم کے بالکل مخالف ہیں۔ وہ درسگاہ سے گروکل مراد لیتے ہیں۔ جہاں والدین سے الگ ہوکر بچے تعلیم پاویں اور رہائش کریں۔

ماں باپ اپنے بچوں سے یا بچے اپنے ماں باپ سے
نہ مل سکیں - اور نہ ایک دوسرے سے کسی قسم کی
خط و کتابت کرسکیں ؎ تاکہ دنیاوی تفکرات سے مخلصی
پاکر محض علم پڑھانے کا فکر رکھیں (صفحہ ۴۲)

جب تک گورو کل قایم نہ ہوا تھا یہ باتیں ناقابل عملدرآمد سی معلوم ہوتی تھیں - اور بہت آدمی ہیں جو اُن کو اب بھی ایسا کہہ کر ٹال دیا کرتے ہیں - لیکن اس میں اُن کا کیا قصور - بچپن سے وہ دیکھتے آئے ہیں کہ والدین کو جتنا فکر اپنی اولاد کی بہبودی کا ہوتا ہے وہ معلموں کو ہرگز نہیں ہوتا اسواسطے وہ ماں باپ کو اُن کا سچا خیرخواہ سمجھتے ہیں - اُن کا یہ خیال درست ہے - آج کل کے اُستاد اپنی تنخواہ سے سروکار رکھتے ہیں - اور طلباء فیس دیکر یہ سمجھتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی تعلیم کے دام ادا کردیئے - گروکل یعنے جن درسگاہوں کو سوامی جی قایم کرنا چاہتے ہیں - اُن میں مابین اُستاد و شاگرد یہ دامی درمی تعلق نہیں ہوگا - وہ فرماتے ہیں - کہ :-

"معلم یا معلمہ وہ ہیں جو فاضل بلیغ اور دھرماتما ہوں" -

اور وہ بچوں کو اپنی اولاد کی طرح نظر شفقت اور محبت سے

؎ اس ہدایت سے یہ نہ سمجھو کہ ایک دوسرے کی خیرو عافیت و ضروری حالات سے بھی مطلع نہ ہونے پائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ انتظام خانہ داری کے تفکرات میں والدین اپنے بچوں کو بہ حالت طالب علمی شریک نہ کر سکیں جس سے ان کی تحصیل علم میں ہرج واقع ہو -

رکھیں۔ایسے درسگاہوں میں امیری غریبی کا کچھ خیال نہیں ہوگا۔
سب کو ایک قسم کی پوشاک خورد و نوش اور نشست
دی جاویں۔خواہ شاہزادہ یا شاہزادی ہو یا خواہ کسی مفلس
کے بچے ہوں سب کو نفس کش اور جفاکش ہونا
چاہیئے (صفحہ ۴۲)۔

ایسے وقت میں جبکہ راجکمار کالج قایم ہو رہے ہیں۔اور ہر ایک فرقہ اور ذات کے آدمی اپنی اڑھائی چاول کی کھچڑی الگ پکانے کی دھن میں اپنا اپنا درسگاہ بنانے پر مستعد نظر آتے ہیں۔ایسی ہدایات ناممکن معلوم ہوں گی۔لیکن سوال یہ ہے۔کہ دیش اور دہرم کی ترقی کے لئے کون سا طریقہ افضل ہے۔وہ جو اس وقت مروج ہے یا وہ جس کا معراج سوامی جی نے ہم کو دکھلایا ہے۔

تیسرا اصول۔تعلیم عام اور لازمی ہو

ایک اور بات جس پر سوامی جی نے زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک لڑکا اور لڑکی کو تعلیم جبراً دینی چاہئیے۔وہ فرماتے ہیں کہ
سرکاری قانون اور برادری کا قاعدہ ہونا چاہئیے۔کہ پانچویں
یا آٹھویں سال کے بعد کوئی شخص اپنے لڑکے اور لڑکیوں
کو گھر میں نہ رکھ سکے۔مدرسہ میں ضرور بھیج دیوے۔
اگر نہ بھیجے تو مستلزم سزا ہو (صفحہ ۴۲)۔

ایسا نہیں کہ تعلیم جیسا اہم کام والدین کے اختیار میں چھوڑا جاوے۔ تعلیم یافتہ والدین بھی اس میں تساہل کیا کرتے ہیں۔ غریب اور مزدور تو بچوں سے چھوٹی عمر میں کام لینے لگ جاتے ہیں۔ مگر نتیجہ اس حالت کا بہت خراب نکلتا ہے۔ اسی اصول پر ہر ایک مہذب ملک میں اس وقت عمل کیا جاتا ہے اس کی تائید میں وجوہات کا دینا ضروری نہیں۔ لیکن سوامی جی نے اس کو ایسا ضروری سمجھا ہے۔ کہ اس ہدایت کو منو جی کے شلوک کا حوالہ دے کر دوبارہ دوہرایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

راجا کو واجب ہے کہ سب لڑکیوں اور لڑکوں کو وقت مقررہ سے وقت مقررہ تک برہمچریہ یعنے طالب علمی کی حالت میں رکھ کر اُن کو صاحب علم بنا دے۔ جو کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرے۔ اس کے والدین کو سزا دیوے۔ یعنی راجا کا حکم ہونا چاہئے۔ کہ کوئی شخص آٹھ برس کی عمر کے بعد اپنے لڑکے یا لڑکی کو گھر میں نہ رکھے بلکہ وہ آچاریہ کُل (اتالیق خانہ) میں رہیں۔ اور جب تک سماورتن (رسم فارغ التحصیل علم) کا وقت نہ آوے۔ تب تک شادی نہ ہونے پاوے (صفحہ ۹۹)۔

اور جگہ وہ لکھتے ہیں:۔

اور خاص کر راجاؤں کو چاہئے۔ کہ دیگر کشتریہ۔ ویشیہ۔ اور اعلیٰ شودروں کو بھی ضرور تحصیل علم کراویں۔ کیونکہ

جو براہمن ہیں اگر محض یہی تحصیل علم کریں اور کشتری وغیرہ نہ کریں۔ تو علم۔ دہرم۔ راج اور دولت وغیرہ کی ترقی کبھی نہیں ہو سکتی۔ پس سب ورنوں کے عورت مردوں میں علم اور دھرم کی اشاعت ضرور ہونی چاہیئے (صفحہ ۶۲)

چوتھا اصول۔ عبادت اور روزانہ فرائض

۵۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ آریہ رشیوں کی نظر میں دہرم کے معنی بہت وسیع ہیں اُس سے مراد مذہب نہیں کہ دنیا اور عقبیٰ کی باتوں کی تفریق ہو سکے اُن کا دہرم عالمگیر تھا اور انسان کے ہر ایک فعل پر حاوی اور ضابطہ تھا۔ پس آج کل کی تقسیم تعلیم دنیاوی اور مذہبی کا ہونا اُن کے خیال میں لچر اور فضول ہو جاتا ہے۔ سوامی جی کے خیال میں تعلیم کا مدعا بہبودیٔ خلایق اور اس کا مقصود نجات تھا۔ اور یہ بغیر روحانی طاقت کے ناممکن تھا۔

پس تعلیم کی نسبت اُن کی اولین ہدایت یہ ہے۔ کہ طالب علم کو گایتری منتر بامعنی پڑھانا چاہیئے۔ تاکہ شروع سے ہی وہ اپنی عقل کی روشنی کے لئے پرمیشور پر بھروسہ کرنا سیکھے۔ اور اُسی کے فرمان کی اطاعت کرنا اپنا فرض سمجھے جو معنی بامحاورہ اور اُس کی تشریح آپنے (صفحہ ۴۴) کی ہے۔ ہم اُس کی طرف ناظرین کی خاص توجہ دلاتے ہیں۔ اور اُن

سے گذارش کرتے ہیں کہ اس دعا کو دوسرے مذاہب کی مناجات سے مقابلہ کریں۔ اور پھر فیصلہ کریں کہ کلام الٰہی کون ہے۔ وید یا انجیل و قرآن وغیرہ۔

۶۔ جب طالب علم اس کو پڑھ لے تو اُس کو روزانہ فرائض مذہبی کا سبق دیا جانا چاہیئے۔ اُس میں سے پہلا فرض سندھیا یعنی عبادت الٰہی ہے اُس کے متعلق مفصل ہدایات اُن کی کتاب پنچ مہایگیہ ودھی میں ہیں۔ اور ستیارتھ پرکاش میں اس کا خلاصہ لکھ دیا ہے۔ ایک جزو اس عبادت کا پرانایام یعنی ضبط دم ہے۔ اور چوں کہ یہ عمل ریاضت کا صرف آریوں کی عبادت سے خصوصیت رکھتا ہے اس لئے اُس کو کسی قدر تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (صفحہ ۴۵) آپ جو پُورن یوگی تھے اور جو ایک وقت میں اٹھارہ گھنٹہ تک ضبط دم کرکے عرفانِ حق میں محو ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے فوایذ اس طرح بیان کرتے ہیں :۔

دم اپنے اختیار میں ہو جانے کی وجہ سے من اور حواس بھی اپنے قابو میں ہوتے ہیں۔ طاقت کی افزائش اور جد و جہد کی ترقی ہوکر عقل تیز اور باریک ہو جاتی ہے۔ حتےٰ کہ نہایت مشکل اور دقیق مسئلہ کی بھی بسرعت تمام درک کر لیتی ہے۔ اُسکی بدولت انسان کے جسم میں ویریہ ایزاد ہوکر لازوال

طاقت اور حواس پر غلبہ حاصل ہوگا۔

امریکا کے علماء اور یورپ کے ڈاکٹر اس وقت ضبط دم کے ثنا خواں نظر آتے ہیں۔ اس کے ایک جزو لمبی سانس لینے کو وہ کئی ایک امراض سینہ کا علاج تبلاتے ہیں اور جسمانی ورزش کے اُستاد اس کو طاقت بدنی کے بڑھانے کا یقینی ذریعہ کہتے ہیں۔ وہ دن نزدیک آتا جاتا ہے۔ جب جسمانی ورزش کی طرح ہر ایک مدرسہ میں اس کو بھی تعلیم کا ایک ضروری جزو سمجھا جاوے گا۔

۷۔ دوسرا لازمی روزانہ فرض طلباء کے لئے اگنی ہوتر ہے یعنی آگ میں خوشبودار فرحت و طاقت بخش اشیاء کا ہوم کرنا۔ اس کی منفعت مختصراً اس طرح لکھی ہے:۔

جب لوگ جانتے ہیں کہ متعفن ہوا اور پانی سے بیماری پیدا ہوتی ہے بیماری سے جملہ اقسام کے متنفسوں کو تکلیف۔ اور خوشبودار ہوا اور پانی سے صحت اور صحت سے راحت حاصل ہوتی ہے (صفحہ ۸۴)۔

اس سوال کے جواب میں کہ آیا اُس کے نہ کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

ہاں۔ کیونکہ جس آدمی کے بدن سے جتنی بد بُو پیدا ہوکر ہوا اور پانی کو بگاڑتی ہے۔ اور بیماری پیدا کرنے کا باعث ہونے سے جانداروں کو دُکھ پہنچاتی ہے۔ اُتنا ہی پاپ (گناہ) اُس آدمی کو ہوتا ہے۔ اس لئے اس پاپ

کے رفع کرنے کی غرض سے ہوا اور پانی میں اُس قدر
یا اُس سے زیادہ خوشبو پھیلانی چاہئے۔

کیا کسی اور مذہب میں بھی ایسی لطیف باتوں پر دھیان دیا گیا ہے۔اُنہوں نے گناہوں کا کفارہ قربانی کرنا سکھایا۔ اِدہر گناہ سے آتما کو غلیظ اودھر بیگناہ جانور کو ایذا دے کر نفس کو بڑھاؤ اور پھر گوشت کو حلال سمجھ کر موج اوڑاؤ۔ کیا یہ کفارہ ہے یا یہ کہ تمہارے بدن سے ہر وقت جو بدبو پیدا ہوتی ہے۔اُتنی یا اس سے زیادہ خوشبو تم ہوا اور پانی میں ڈالو۔ اہا! کیسے دردناک الفاظ میں آپ فرماتے ہیں۔

جب تک ہوم کرنے کا رواج رہا۔ تب تک آریہ ورت
دیش بیماریوں سے بچا ہوا اور آسائشوں سے بھرپور تھا
اب بھی رواج ہو تو ویسا ہی ہو جاوے۔ (صفحہ ۴۹)

یہی باعث ہے کہ ہیضہ۔ وبائے بیوبانک مری؛ چیچک وغیرہ امراض متعدی کے آج کل کے عالمگیر تسلط کا پورانی سنسکرت کتب میں ذکر نہیں ملتا۔ اس سوال کا جواب کہ آیا ان فرائض میں کبھی تعطیل ہونی چاہئے۔ سوامی جی منو کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں:-

فرایض روزانہ میں تعطیل نہیں ہوتی جیسے کہ سانس
بر سانس برابر لیا جاتا ہے۔ بند نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے
روزانہ فرایض ہر روز ادا کرنے چاہئیں۔ (صفحہ ۵۷)

پانچواں اصول۔ میعاد تعلیم

۸۔ اس سوال کا جواب کہ برہمچریہ کی میعاد کتنی ہونی چاہیئے۔ سوامی جی منو مہاراج کا حوالہ دیکر فرماتے ہیں۔کہ کم سے کم نو سال تک بچہ گروکل میں رہے۔اور یہ ظاہرا لڑکیوں کے لئے ہوگا جن کو ۱۶ برس کی عمر سے وواہ کا اختیار دیا گیا ہے۔اور اوسط میعاد اٹھارہ سال یعنی ان کی عمر ۱۴ سے ۱۷ سال تک ہوگی کیونکہ ۵ سے ۸ برس تک عام درسگاہ میں داخل کی جاوینگی۔

چھبیس سال کا ہوکر مرد درسگاہ سے رخصت ہو۔پچیس سال مرد کے بیاہ کے لئے اول عمر مقرر کی گئی۔اُس سے اعلیٰ درجہ چھتیس سال ہے۔کہ مرد اپنی تعلیم کی تکمیل کرکے اتالیق سے رخصت حاصل کرے۔اسی طرح چھاندوگیہ اوپنشد کا حوالہ دیکر لکھا ہے۔کہ جو مرد ۲۴ سال کی عمر کے بعد خانہ داری اختیار کرے گا۔اس کی عمر ۷۰۔۸۰ سال ہوگی۔ اوسط درجہ ۴۴ برس تک برہمچریہ ہے اور افضل ترین ۴۸ برس کی عمر تک برہمچریہ ہے۔سوامی جی برہمچریہ پر فریفتہ ہیں اور بار بار اس پر زور دے کر فرماتے ہیں:۔

اتالیق اور ماں باپ بچوں کو پہلی عمر میں علم اور خوبیوں کے استحصال کے لئے ریاضت کش بنائیں۔اور اسی طور کی نصیحتیں کریں۔کہ بچے از خود اکھنڈ (لاتزلزل)

برہمچریہ رکھ کر اور تیسرے اعلےٰ درجہ کے برہمچریہ کا استفادہ کرکے مکمل یعنی چار سو تک عمر کو بڑھائیں (صفحہ ۵۲)

آج کل کے تعلیم یافتہ سُن کر حیران ہوں گے - کہ انسان چار سو برس تک جی سکتا ہے - اور اس میں شک نہیں کہ اس وقت جب کہ پچاس ساٹھ برس عمر بھی غنیمت سمجھی جاتی ہے - اور ستر اسّی برس کے بوڑھے کمزور نحیف ہوتے ہیں - یہ بات حیرانی میں ڈالتی ہے - لیکن ہمیں یہ بات ہنسی میں نہیں اوڑانی چاہئے - یہ عمر ان لوگوں کے لئے ہے - جن کے والدین دھارمک برہمچاری رہے ہوں اور جو ابتداء طفولیت سے نیک چلن رہ کر ۴۸ برس تک اپنی طاقت کو ضایع نہیں کرتے - اور پھر خانہ داری کے فرایض کو پورا کرکے یوگا بھیاس میں مصروف رہ کر ہر قسم کی بُرائیوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں - جو قانون قدرت کے مخالف کوئی عمل نہیں کرتے - اوسط درجہ کی عمر وید میں ایک سو برس تبلائی گئی ہے - اور یہ ہر ایک آدمی حاصل کر سکتا ہے کہ جو کلام الٰہی کی ہدایات کی تعمیل کرے - سوامی جی کا قول ہے - کہ مرد کے لئے ۲۵ سے ۴۸ سال عمر اور عورت کے لئے ۱۶ سے ۲۴ سال عمر شادی کرنے کے لئے ہے - اور کہ چالیسواں سال مرد کے لئے عمدہ وقت شادی کرنے کا ہے - مہذب ملکوں میں ان باتوں کی تصدیق ہو رہی ہے - وہاں معزز آدمی اس سے کم عمر میں شادی کرنا نامناسب تصور کرتے

ہیں - بھارت ورش میں ان عمروں پر بھی لوگ ٹھٹھا اوڑایا کرتے ہیں - اور طرح طرح کے وسوسات اُن کو دامنگیر ہو جاتے ہیں اگر کوئی لڑکا یا لڑکی بلا شادی رہ جاوے -

چھٹا اصول - اخلاقی تعلیم

۱۰ - آج کل کی تعلیم سے عقل تو ضرور تیز ہو جاتی ہے - مگر باقی طاقتیں بہت کچھ کمزور ہو جاتی ہیں - سب سے بڑھ کر وہ اخلاقی کمزوری ہے - جس کے باعث تعلیم یافتہ لوگ اپنی خواہش کے غلام نظر آتے ہیں - اور نہ اپنے من پر اُن کو قابو ہے کہ اپنی خواہشات کو معتدل رکھ سکیں - نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ظاہر داری اور ریاکاری کا بازار گرم ہو رہا ہے - نیک چلنی اس کا نام سمجھا جاتا ہے کہ سب عیوب در پردہ کئے جاویں - اور دوسرے لوگوں کو ان سے آگاہی نہ ہو - ایسی حالت میں کیا تعلیم سے وہ فایدہ حاصل ہو سکتا ہے - جس کی ہر ایک معقول آدمی اُس سے اُمید رکھتا ہے - اس واسطے سوامی جی نے قبل اس کے کہ درس تدریس کی ہدایات درج کریں - پڑھنے پڑھانے کے وہ قواعد لکھے ہیں - جن کو "اخلاق" کے نام سے آج کل نامزد کیا جاتا ہے -

۱۱ - تیتریہ اوپنشد کا حوالہ دے کر آپ فرماتے ہیں :-

"(۱) ریتھارنجہ آچرن سے پڑھیں اور پڑھاویں -"

اصل لفظ رتم ہے - جس سے مراد قانون قدرت یا پرماتما کے احکام کی فرمانبرداری ہے سوامی جی نے اُس کے معنی کئے ہیں بیھارتھ آچرن یعنے جیسے ٹھیک ٹھیک مناسب چال چلن ہو اُس پر عمل کیا جاوے - اِس کے ساتھ صداقت یعنے سچائی کی نصیحت ہے جیسا آتما میں ہو ویسا کہیں اور کریں اس سے دوسرے درجہ پر (۳) تپ یعنی ریاضت ہے کہ - تکلیف اُٹھا کر بھی دھرم پر عمل کرتے جاویں - (۴) حواس بیرونی کو بدچلنیوں سے روک لیں (۵) دلی جذبات کو عیبوں سے ہٹا کر پڑھیں پڑھاویں ایسی ہی اگنی ہوتر اور مہماں نوازی - انسانی ہمدردی کا سبق سکھلا کر" ویربیہ کی حفاظت اور ترقی کرنا بھی ایک اعلیٰ فرض قرار دیا ہے - یاد رکھنا چاہئے یہ احکام صرف طالبعلموں کے لئے نہیں بلکہ زیادہ تر ہدایات اُستادوں کے لئے ہیں - کیوں کہ اُن کی رفتار - گفتار - اور کردار کا عکس طلباء پر پڑتا ہے خاص کر جب کہ آٹھ پہر بچے اُن کی صحبت میں رہیں گے -

۱۲- اس کے بعد سوامی جی نے پانچ یم اور پانچ نیم کی تشریح کی ہے - کیونکہ وہ دھرم اور اخلاق کے اعلےٰ اصول ہیں - ناظرین دفعہ ۳۷ و ۳۸ کو غور سے مطالعہ کریں - یوگ شاستر میں اُن کو عبادت الٰہی کا مقدم جزو مانا گیا ہے - اُن کے بغیر من پر قابو ہونا ناممکن ہے نیک چلنی کو جو اعلیٰ رتبہ سوامی جی نے دیا ہے - وہ اُن کے پیش کردہ حسب ذیل

پرمان سے صاف عیان ہے:-

جو بد چلن مغلوب الحواس آدمی ہے۔ اُس کا وید پڑھنا۔ ترک دُنیا کرنا یگیہ۔ نیم۔ ریاضت اور نیز دیگر اچھے کام کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھتے (منو ۲/۹۷) (صفحہ ۵۶)

اخلاق کے بگاڑنے کو دو چیزیں بہت زبردست ہیں۔ طمع اور شہوت۔ اس واسطے منو جی کا حوالہ دیکر وہ فرماتے ہیں کہ:-

جو لوگ ارتھ یعنی سونا وغیرہ جواہرات اور کام یعنی عورتوں کے ملاپ وغیرہ کی دلدادگی میں نہیں پھنستے۔ اُنہیں کو دہرم کی واقفیت میسّر ہوتی ہے (صفحہ ۶۱)

کہاں یہ ہدایت اور کہاں مذہبوں کی تعلیم کہ ایمان اور کلام اللہ کے حفظ کرنے سے نجات ابدی حاصل ہوتی ہے۔ ان کا مقولہ ہے۔ کہ جو دہرم کے چال چلن سے معرّا ہے وہ اس ثمرہ راحت کو جو ویدوں میں عیاں کردہ دہرم پر چلنے سے پیدا ہوتا ہے حاصل نہیں کر سکتا (صفحہ ۶۱)

یہ مضمون بہت کچھ تشریح کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ہم اس جگہ چند سطور اُس وعظ میں سے درج کرتے ہیں۔ جس کو کہ اتالیق ہمیشہ اپنے شاگردوں کو نصیحتاً کیا کرے:-

غفلت سے بھی راستی کو کبھی مت چھوڑ۔ غفلت سے بھی دہرم کو کبھی مت چھوڑ۔ غفلت سے بھی کمالیت اور حفظ صحت کو مت چھوڑ۔ غفلت سے بھی پڑھنے پڑھانے کو کبھی مت چھوڑ۔ دیو یعنی علماء اور والدین

کی خدمت میں غفلت مت کر جو ہمارے
نیک افعال یعنے دہرم کے کام ہوں - اُن کو قبول
کر - اور جو ہمارے گناہ آلودہ افعال ہوں اُن کو
مت کر - (صفحہ ۶۰)

ساتواں اصول - ویدونکی عظمت - کلام ربّانی

۱۳ - دھرم کے معیار چار تبلائے ہیں (۱) سب سے
پہلے وید یعنی کلام الہی جس کی ہدایات سب پر واجب
التعمیل ہیں اور جو اوامر ونواہی کا مستند مجموعہ ہے - نیک
اخلاق کی صداقت بذریعہ تجربہ اور مشاہدہ کے نہیں ہوسکتی
بہت دفعہ بُرے آدمی اور بد اعمال کامیاب نظر آتے ہیں -
پس اس کے لئے اگر مشیّت ایزدی ہم کو معلوم نہ ہوتی
تو کبھی یقین نہ ہو سکتا - کہ راستی اور عدل وغیرہ نیک کام
کیوں کرنے چاہئیں - (۲) دوسرے درجہ پر عابدوں کی
تصانیف ہیں - لیکن شرط یہ ہے کہ اُن میں کوئی بات ویدمقدس
یعنی کلام الہی کے برخلاف نہ ہو - (۳) تیسرا معیار صالحان کا
چلن ہے - جس طرح عالم باعمل کارروائی کرتے رہے ہیں
اُن کے چال چلن سے بہت کچھ نیک اخلاق کی ہدایت
ملتی ہے - (۴) چوتھے درجہ پر اپنا آتما جس بات کو منع کرتا
ہے - ویسا ہی دوسرے کے حق میں سوچیں - جو بات کہ ہم

اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ وہ دوسرے کے لئے بھی کبھی پسند نہ کریں۔ یہ عام معیار دہرم کے ہیں۔ جو اُن کے مطابق ہو وہ نیک اور جو اُن کے مخالف ہو وہ بد سمجھنا چاہئے۔

آٹھواں اصول۔ تحقیق حق

۱۴۔ جن بنیادی اصولوں کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ترقی اور تکمیل کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ لیکن وہ اصل سوال کو حل نہیں کرتے۔ پہلا سوال جو تعلیم کے متعلق پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ تعلیم سے کیا مراد ہے۔ وِدّیا یعنے علم کس کو کہتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا اصول ہے۔ جس پر عمل کر کے ہم یقیناً کہہ سکیں کہ ہم سیدھے راستہ پر چل رہے ہیں سوامی جی اُس کا جواب یوں دیتے ہیں:۔

"جو جو پڑھنا پڑھانا ہو واجب ہے کہ وہ اچھی طرح تحقیق کر کے ہو"۔

یہ الفاظ کیسے سادے اور صاف ہیں۔ اور کس طرح بے پرواہی سے ہم ان کو پڑھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جاوے تو وہ اِس سارے مضمون کا لب لباب ہیں۔ پڑھایا وہ جاوے جو پریکشا یعنی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہو کہ ٹھیک اور درست ہے۔ کوئی ایسی کتاب یا بات نہ پڑھائی جاوے جو جھوٹھ ہو۔ یا جس میں لغویات اور ناممکنات ہوں۔ کیا اِسی قدر

ہدایت کافی تھی۔ یہ کہہ دینا آسان ہے۔کہ جانچ پڑتال سے تحقیق حق کرلو۔ مگر تحقیقات کے لئے قواعد تبلانا بہت مشکل ہے سب آدمی کہنے کو تیار ہیں۔ کہ "ستیارتھ" سچ کو پڑھو اور پڑھاؤ۔ مگر جب سچ کی پہچان کے لئے ان سے معیار پوچھے جاتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں۔

۱۵۔ سوامی جی نے یہ بڑا بھاری "اُپکار" دنیا پر کیا ہے کہ تحقیق حق کے طریقے مجملاً تبلائے ہیں۔ یہ امر ایسا ضروری ہے گویا ان کے طریقہ تعلیم کی کنجی ہے۔ پس ہم اُن کو نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ فرماتے ہیں :۔ تحقیق پانچ طرح سے ہوتی ہے۔

اول۔ جو جو پرمیشور کے اوصاف بمقتضائے طبعی اور ویدوں کے مطابق ہو وہ حق اور اس کے خلاف باطل ہے۔

دوم۔ جو جو سلسلۂ کائنات کے مطابق ہو وہ حق اور جو سلسلۂ کائنات کے مخالف ہے وہ سب باطل ہے۔

سوم۔ جو آپت یعنی دھرماتما۔ صاحب علم۔ راست گفتار۔ مکر و فریب سے معرا آدمیوں کی رفاقت و ہدایت کے مطابق ہے۔ وہ قابل تسلیم اور جو جو خلاف ہو وہ ناقابل تسلیم ہے۔

چہارم۔ اپنے آتما کی پاکیزگی اور علم کے مطابق ہو۔ مثلاً اپنے آپ کو خوشی پسند اور رنج ناپسند ہے ویسے ہی ہر حالت میں سمجھنا چاہئے۔

پنجم۔ پرمان یعنی ثبوت و دلایل۔

(۱) ثبوت عین الیقین۔
(۲) قیاس یا ثبوت التزامی۔
(۳) تشبیہ
(۴) شہادت ۔علماء راست گفتار کی۔

اُن کی تشریح کے لئے ہم ناظرین کی توجہ اصل کتاب (سیتارتھہ پرکاش) کی طرف دلاتے ہیں دیکھو (صفحہ ۶۳ تا ۶۷)۔ آپ کا مقولہ ہے ۔کہ:۔

انسان سچ اور جھوٹھ کی تمیز ان پانچ قسموں کے معیار سے کر سکتا ہے ۔اور کسی طرح نہیں کر سکتا۔ (صفحہ ۶۷)۔

ہم کو خوف ہے کہ اگر ہم ان معیاروں کی نسبت مختصر بھی بحث کریں تو مضمون بہت طوالت پکڑ جائے گی۔

۱۶۔ سوامی جی جیسے خدا پرست سے ہی اُمید کی جا سکتی ہے۔کہ وہ پرمیشور اور اُس کی کلام وید مقدس کو متلاشیان حق کے لئے سب سے پہلا اور مقدم معیار بتاتے۔ اس میں شک نہیں کہ کلام ربانی کے ٹھیک سمجھنے کے لئے ہم کو بہت کچھ سلسلۂ کائنات کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے اور عقل سلیم کا آسرا لیا جاتا ہے ۔کیونکہ پرمیشور کے کلام کی تشریح نیچر ہے ۔جو اُس کی قدرت کا ظہور ہے ۔تاہم بہت سی سچائیاں ایسی ہیں ۔جن کے متعلق تجربہ اور مشاہدے سے ہم کو تھوڑی مدد ملتی ہے ۔کیونکہ وہ ایسی باریک اشیاء

سے تعلق رکھتی ہیں کہ جن پر ہمارے حواس خمسہ قدرت نہیں رکھتے ہم پوچھتے ہیں کہ آیا کسی دیگر پیشواءِ مذہب۔ہادی یا فلاسفر نے حق اور باطل کی پہچان کے لئے ایسے مکمل قواعد مرتب کئے۔ دوسرے درجے پر انھوں نے نیچر یعنے سلسلۂ کائنات کو رکھا ہے۔ دیگر مذاہب والے سائنس کی صداقتوں سے جی چرایا کرتے ہیں۔ یہاں اُس کے مطابق معلومات پیدا کرنا تحقیق حق تبلایا گیا ہے۔ سچ پوچھو تو درحقیقت یہی دو معیار حق و باطل کے ہیں۔ یہی سب صداقتوں کے معلوم کرنے کے ذرائع ہیں۔ تاہم بہت سی ہدایتیں آپت لوگ کیا کرتے ہیں جن کا ذکر ان دونوں میں نہیں ہوتا اور گو وہ اُن کے مخالف نہیں۔ مگر وہ براہ راست اُن سے ماخوذ نہیں ہوتیں۔

۱۷۔ سوامی جی کی رائے میں تحقیق حق کا مسئلہ ایسا اہم اور ضروری تھا۔ کہ انھوں نے اُس کی جانچ پڑتال کے لئے صرف معیار تبلانے پر ہی کفایت نہیں کی۔ بلکہ چند علمی اور فلسفانہ صداقتوں کو بطور نمونہ کے تبلا دیا ہے۔ تاکہ لوگ سمجھ جاویں کہ سچ کیا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے ویشیشک درشن کا حوالہ دے کر فرمایا ہے۔ کہ مکتی یا نجات کے لئے دو امور کی ضرورت ہے۔ ایک تو پورے دہرم کا پیدا ہونا۔ اور پرمیشور کے احکام کی فرمانبرداری اور دوسرا درویہ۔ گن وغیرہ۔ چھ پدارتھوں کا صحیح علم ہونا۔

ان سب کی تعریف بھی کتاب میں کی گئی ہے - جن کی
تشریح کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہے - لیکن اس قدر
توجہ ہم ناظرین کی دلاتے ہیں - کہ وہ غور سے ان کا مطالعہ
کریں - علم اور معلومات کی یہ تقسیم مغربی فلاسفی کے مطابق
نہیں - وہ پرانے ڈھنگ کی معلوم دیگی - لیکن ہم یقین
دلاتے ہیں کہ عارفان حق نے جس کی اشاعت کی ہے - وہ
معمولی انسانی تصنیفات سے ضرور زیادہ مکمل اور صحیح ہوگی -
بعض پڑھے لکھے قدماء کی فلاسفی پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں
کہ وہ عناصر کی ماہیت سے نا واقف تھے - وہ پانچ تتوں
کو دھاتو مانتے تھے - حالانکہ آج کل کی تحقیقات کے مطابق
ساٹھ ستر عنصر ہیں - مگر ہمارے نکتہ چینوں نے الفاظ کے
معنے سمجھنے میں مغالطہ کھایا - اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو پنڈت
ورشن پڑھاتے ہیں - وہ خود اصلیت سے واقف نہیں -
۱۸ - سنسکرت کے فضلاء پرکرتی (مادہ) کی حالتیں مانتے
تھے - پرکرتی ہمارے حواس پر پانچ صورتوں میں اثر کرتی ہے
سب سے کثیف حالت مادہ کی ٹھوس یعنی سالڈ (Solids)
ہے اس کو وہ (۱) پرتھوی کہتے ہیں - اس سے لطیف
مائیت یعنی (Liquids) کی صورت ہے جس کو وہ (۲)
جل سے نامزد کرتے تھے اس سے لطیف حالت وہ ہے
کہ جب کوئی شئی جلتی ہو اور اس سے حرارت اور روشنی
حاصل ہوتی ہو - اُس کو انگریزی میں ان کینڈ لیسینٹ یا

(Igneust) کہتے ہیں۔ اور سنسکرت میں (۳) اگنی کہلاتی ہے۔ اس سے باریک ہوائی یعنی گیشیس (Gaseous) صورت ہے۔ جس کو (۴) وایو بتلایا گیا ہے۔ سب سے لطیف حالت مادہ کی ایتھریل ہے۔ جس کا وصف شبد یعنی آواز ہے اسی کے ذریعہ حرارت اور روشنی سورج اور ستاروں سے زمین تک پہونچتی ہے۔ اس کو سنسکرت فلاسفی میں (۵) اکاش کہتے ہیں۔ تھوڑے دن ہوئے کہ ہم نے کیمسٹری پرائمر کو دیکھا جس کو بڑے بڑے جید فضلاء نے تالیف کیا ہے اس کے پہلے ورق پر۔ وایو۔ آگ۔ پانی۔ پرتھوی یہ چار نام موٹے حروف میں چھپے تھے اور کل کتاب ان کی تشریح تھی۔ ہاں آکاش یعنی ایتھر کو اُن کے ساتھ شامل نہیں کیا گیا۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہمارے سائنسدان اب تک اس درّویہ (جوہر) کے صفات سے بہت کچھ ناواقف ہیں۔ گو اُس کے وجود سے منکر نہیں۔ متقدمین نے جس طرح مادہ کی اِن پانچ حالتوں کا مشاہدہ کیا۔ اسی طرح اُنھوں نے دیکھا کہ حواس خمسہ بھی انھیں کا ظہور ہے۔ اور ہر ایک حس اپنے اپنے دھاتو کو اخذ کرتا ہے۔ قوت شامہ پر غور کیا جاوے۔ تو معلوم ہوگا کہ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ ذرات کا لمس اس کے ساتھ ہو دیگر حواس پر اشیاء کا اثر پڑتا ہے۔ قوت شامہ سب سے کثیف ہے۔ اس کے ساتھ جب تک کثیف ذرات کا اتصال نہ ہو

تو اس کو حس نہیں ہوتا۔ ذائقہ۔ اس سے لطیف ہے۔ اور جن لوگوں نے سوچا ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ اس کا مدار جل پر ہے۔ منہ میں جب تک جل نہ ہو۔ اور ٹھوس خوراک کو اس کے ساتھ ملایا نہ جائے ذائقہ کا حس نہیں ہوتا۔ اسی طرح قوت باصرہ کی بناوٹ شیشہ کی طرح ہے جس میں روشنی اپنا اثر کرتی ہے۔ اور اس طرح اگنی پر اس کا دار مدار ہے۔ قوت لامسہ ہمارے کل جسم میں پھیلی ہوئی ہے۔ کیونکہ وایو یعنی گاس کا پہلا گن پھیلاؤ کا ہے۔ قوت سامعہ سب سے لطیف ہے۔ کیونکہ وہ وائبریشن کو جو اکاش کی صفت ہے۔ محسوس کرتی ہے۔ ہر ایک حس ایک ایک دھاتو پر مدار رکھتا ہے۔ جوں جوں مادہ کثیف صورت اختیار کرتا جاتا ہے۔ وہ اپنے سے لطیف حس سے محسوس ہو سکتا ہے۔ مثلاً پرتھوی کی ٹھوس اشیاء پانچوں حواس سے محسوس ہو سکتی ہیں۔ جل چار سے آگ تین سے۔ یہ امر حسب ذیل نقشہ سے بخوبی سمجھ میں آ جائیگا۔

نمبر	نام عنصر	گن	کس کس حواس سے محسوس ہوتے ہیں
۱	آکاش یعنی ایتھر	شبد	کان
۲	وایو یعنی گاس	شبد۔ سپرش	کان۔ چمڑا
۳	اگنی یعنی جلتی اشیاء	شبد سپرش روپ	کان۔ چمڑا۔ آنکھ
۴	جل یعنی رقیق اشیا	شبد۔ سپرش۔ روپ۔ رس	کان۔ چمڑا۔ آنکھ۔ زبان۔
۵	پرتھوی یعنی ٹھوس اشیا	شبد سپرش۔ روپ۔ رس گندھ	کان۔ چمڑا۔ آنکھ۔ زبان۔ ناک

۱۹- اخیر میں سوامی جی فرماتے ہیں:-
شاستروں کے ایسے دلائیل وغیرہ سے امتحان کر کے پڑھنا پڑھانا چاہیئے اور کسی طرح سے طالب علموں کو صحیح صحیح درک نہیں ہو سکتا۔
اور پھر کیسے زبردست الفاظ میں کہتے ہیں:-
جس جس کتاب کو پڑھانا ہو اُس کی تحقیق حسب طریق متذکرہ بالا کئے جانے پر جو صحیح قرار پاوے وہ کتاب پڑھانی چاہیئے اور جو تحقیق سے غلط ثابت ہو اُس کو نہ تو خود پڑھنا چاہیئے اور نہ دوسروں کو پڑھانا چاہیئے۔
یہ الفاظ سُنہری حروف میں لکھنے کے لائق ہیں۔ خاص کر اُن کے لئے جو تعلیم میں مصروف ہیں۔ کہاں یہ ہدایات اور کہاں آج کل کی مطلق العنانی کہ ہر قسم کی گندہ اور فحش قصہ کہانیوں کو لائیبریریوں میں مہیّا کرنا ہی فخر سمجھا جاتا ہے اور طلباء کے ہاتھ میں ایسی کتب دی جاتی ہیں۔ جن سے اُن کے نہ صرف اخلاق ہی خراب ہوتے ہیں بلکہ اُن میں لچر مطالعہ کا مذاق پیدا ہو جاتا ہے اور اُن میں سچ اور جھوٹھ کی تحقیق کا مادہ ہی نہیں رہتا اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے سوامی جی پھر مختصر الفاظ میں حق و باطل کی تمیز کا محک بتلاتے ہیں۔ کہ

(۱) خواص الاشیاء (لکشن) اور (۲) پرمان (ثبوت عین الیقین وغیرہ) سے تمام صداقت اور علم کی شناخت اور پدارتھوں کی تنقیح ہوسکتی ہے۔ اِس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

آٹھواں اصول۔ تعلیم بوساطت سنسکرت

۲۰- جو اصول تعلیم کے متعلق سوامی جی نے قایم کئے ہیں وہ بمثل اُن کی دیگر ہدایات کے ہر ایک ملک اور زمانہ کے لیئے ہیں۔ اختلافات مقامی اور ضروریات وقت کے لیئے جو تغیر و تبدل مطلوب ہوا کرتے ہیں وہ فروعات میں ہوتے ہیں۔ اس وقت درس تدریس کے طریقہ جات مختلف ہیں اور ہزاروں کتب ہونگی جن کو محکمہ تعلیم اور یونیورسٹیوں کے قواعد کے مطابق پڑھایا جاتا ہے۔ ان سب کی نسبت مفصل ہدایات دُنیا کسی ایک فرد بشر کا کام نہیں۔ ہاں جو شخص چاہے وہ ان کے متعلق تحقیق کر سکتا ہے کہ وہ تعلیم کے اصل مدعا کو پورا کرنے میں کہاں تک کامیاب ہونگی۔ یہ سوال کہ آیا ہر ایک ملک اور صوبہ کی زبان کی وساطت سے تعلیم دینی چاہئے یا آن کہ علماء کی ایک زبان ہونی چاہئے بہت پُرانا ہے۔ آج کل چونکہ حب وطن کی آواز ہر ایک کی زبان پر ہے۔ عام رائے کا میلان اس طرف ہے کہ ہر ایک قوم کو چاہئے۔ کہ اپنی اپنی بھاشا میں علم ادب اور سائنس کی کتب کو ترقی دے ہر ایک ملک میں ہزارہا کتب سال بسال چھپ رہی ہیں اور یہ

بات اُس کے باشندوں کی تہذیب کا نشان تصور کی جاتی ہے - مگر ذرا غور کیا جاوے - تو فوراً ظاہر ہوجائیگا کہ پُراتا طریقہ افضل تھا - کہ دیو بانی یعنی علماء کی زبان ایک ہو - یہ قدرتی قاعدہ نظر آتا ہے - کہ علماء اور عوام کی زبان ایک نہیں ہو سکتی - اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ (۱) علماء کی زبان شائستہ اور بامحاورہ ہوتی ہے - (۲) اُس کے الفاظ ایک معین معنی رکھتے ہیں اور با قاعدہ ہوتے ہیں - اور چونکہ (۳) خیالات بہت وسیع ہوتے ہیں - اس لئے اُن کے اظہار کے لئے اصطلاحات وغیرہ کا استعمال ضروری ہو جاتا ہے - عوام کی زبان بھدّی ہوا کرتی ہے جلدی کے باعث نہ تو قاعدہ کا خیال ہو سکتا ہے اور نہ محاورہ کی چنداں پرواہ ہوتی ہے بلکہ تلفظ بھی اکثر بگڑ جایا کرتا ہے ان کو اصطلاحات کی ضرورت نہیں اور نہ دنیاوی کاروبار میں علمی الفاظ کارآمد ہوتے ہیں - یہی باعث ہے - کہ اگر سوچا جائے تو ہر ایک ملک میں جہاں علم ادب کا زور ہے - دو قسم کی زبان پائی جاتی ہے - ایک وہ جو کتب اور تحریر کی اور دوسری وہ جو بول چال میں آتی ہے - ہاں عالم لوگ اپنی بول چال میں بھی صحیح الفاظ کا استعمال کیا کرتے ہیں - مگر یہ ان کی تعلیم وتہذیب کا نتیجہ ہے - اس سے یہ ثابت ہوا کہ عام بول چال کی زبان کبھی "دیو بانی" یعنے علمی زبان نہیں ہو سکتی - ہر ایک شخص جو تحصیل علم

کرنا چاہتا ہے - اس کے لئے ضروری ہے کہ علمی زبان کو سیکھے صرف فرق اتنا ہے - کہ اگر مادری زبان سے اس علمی زبان کا میل زیادہ ہوگا تو وہ جلد آ جاویگی - گذشتہ زمانہ میں ہمیشہ علمی زبان ایک رہی - ہم بھارت ورش کا ذکر نہیں کرتے کیوں کہ یہ تو اظہر من الشمش ہے کہ اس دیش میں سنسکرت "دیو بانی" یعنی علماء کی زبان رہی اور جس قدر پُرانی کتب ملتی ہیں خواہ وہ پنجاب میں تصنیف کی گئیں یا بنگال میں خواہ کشمیر یا ٹراونکور میں وہ سب سنسکرت میں پائی جاتی ہیں - ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ مغربی ممالک میں ابھی ایک سو برس سے پہلے یہی حال تھا - جب یونانیوں کا تسلط تھا تو یونانی علماء کی زبان تھی - یہاں تک کہ انجیل اور عہد جدید کی سب کتب اسی زبان میں تصنیف کی گئیں - جب ان کے بعد رومیوں نے اقبال مندی حاصل کی تب لاطینی کا رواج علماء میں عام ہو گیا - یہاں تک کہ یوروپ کے تاریک زمانہ میں بھی اس کا زور تھا - بلکہ جب تعلیم کا چرچا از سر نو پھیلا تو اسی زبان میں مستند کتب تصنیف ہوتی رہیں - لارڈ بیکن کا "نودم آرگینم" لاطینی میں تھا - اس کے بعد کچھ مدت تک فرانسیسی زبان کو عروج ہوا - اور یہ "لینگوا فرینکا" کے نام سے یورپ کی ایک گونہ علماء و مدبران کی عام زبان ہو گئی کہ پڑھے لکھے ہر ملک کے اس کو بول اور سمجھ سکتے

تھے - اِس وقت انگریزوں کے اقبال کا ستارہ اوج پر ہے
اور اُن کا بھی یہی معراج ہے کہ اُن کی زبان دنیا میں
عام ہو جاوے - مذاہب بھی زبان کے عام کرنے میں
بہت مدد دیا کرتے ہیں - چنانچہ اسلامیہ سلطنتوں میں عربی
اور بودھ ممالک میں پالی علماء کی زبان رہی - اِس وقت
قومی عناد اور حسد کا زور ہے اور اس واسطے کبھی اُمید
نہیں ہو سکتی - کہ فرانسیسی جرمن یا روسی لوگ انگریزی کو علمی
زبان قرار دیں - یا انگریز اور امریکین - فرانسیسی کو مان لیں
لیکن غور کیا جاوے تو کس قدر سہولت ہو جاوے اگر
دنیا کی قومیں ایک علمی زبان کے سایہ کے نیچے آجاویں
اس وقت انگلستان میں کوئی عالم نہ ہوگا - جس کو فرانسیسی
اور جرمن علاوہ یونانی اور لاطینی کے نہ پڑھنی پڑتی ہو -
اور چونکہ بہت سی زبانوں کو پڑھنا پڑتا ہے کسی ایک
میں کمال پیدا نہیں ہوتا - اگر کوئی عمدہ کتاب جرمن میں
تصنیف کی جاوے تو اُس کا ترجمہ یا خلاصہ ہر ایک دوسری
زبان میں کرنا پڑتا ہے - اور پھر بھی چونکہ محاورہ کا فرق
ہوتا ہے - اس واسطے مصنف کی باریکیوں کا ترجمہ میں
ادا کرنا ناممکن ہوتا ہے -

فرض کرو کہ بنی نوع اس بات پر متفق ہو جاوے
اور اس کے لئے کوشش ہو رہی ہے تو جائے غور ہے
کہ کس قدر سہولیت فوراً ہو جاوے - کسی ملک کے کسی

عالم نے کوئی کتاب تصنیف کی اُس کی اشاعت فوراً سارے ملکوں میں ہو گئی۔ نہ ترجمہ کی ضرورت اور نہ مختلف زبانوں کے سیکھنے کی حاجت۔ ہر ایک ملک کا اخبار آسانی سے ہر جگہ تعلیم یافتہ لوگوں میں پڑھا جا سکے ہر ایک عالم یہ کوشش کرے۔ کہ وہ کل دنیا میں نامور ہو جاوے۔ نہ کہ صرف کسی ایک صوبہ میں۔ تجارت کے لئے ایک ہی زبان ہو۔ سیاحت کو جاؤ ہر جگہ تعلیم یافتہ سے خیالات کا تبادلہ کرلو۔ اور چونکہ علمی زبان کے قواعد صرف و نحو معین ہوا کرتے ہیں۔ کسی شخص کو انشاپردازی میں یہ مطلق العنانی نہ ہوگی کہ جو جی میں آیا قلم سے نکال دیا۔ ہر ایک شخص جو تصنیف کا حوصلہ رکھتا ہے۔ پہلے دیوبانی کے قواعد میں مہارت حاصل کریگا۔ بلکہ ایک بڑا بھدا نقص جو آج کل ہر ایک مصنف کے سامنے آتا ہے دور ہو جاویگا۔ پراکرت یا بول چال کی زبان ہمیشہ بدلا کرتی ہے۔ اور جب اس کا زور علمی زبان پر پڑ جاتا ہے تو اس میں بھی تغیرات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو تین سو برس میں اتنا تفاوت پڑ جاتا ہے کہ الفاظ اور محاورہ متقدمین کے سمجھ میں نہیں آتے۔ چاسر کو بہت عرصہ نہیں گذرا لیکن اس کی انگریزی ہر ایک تعلیم یافتہ نہیں سمجھ سکتا۔ نہیں وہ دن آگیا ہے۔ کہ شیکسپیر کے الفاظ اور عبارت کے لئے لغت اور شرح کی ضرورت ہے کیونکہ بہت سے لفظ

جو اس کے وقت میں ایک معنی رکھتے تھے وہ اِس وقت مختلف معنی میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایسی کتب بہت تھوڑی ہیں[1]۔ علاوہ اس کے اگر علماء کی زبان ایک ہو جاوے تو اتحاد اور یگانگت بڑھ جاوے مختلف قوموں میں ہمدردی زیادہ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک زبان ہونے سے اختلاف نہ ہو یا لڑائی و جھگڑا پیدا نہ ہو کیونکہ بھائی بھائی میں خود غرضی اور غلط فہمی کا زور ہوتا ہے خصومت پڑ جاتی ہے۔ صرف اتنا ہے کہ زبان چونکہ ایکتا کا ایک ذریعہ ہے۔ علماء کی ایک زبان ہو جانے سے غلط فہمیاں کم ہو جاوینگی

ان وجوہات پر دھیان رکھ کر مھرشی نے تجویز کی ہے کہ کل دنیا کی ایک "دیو بانی" ہو اور چونکہ اُن کی اور فضلائے زمانہ کی رائے ہیں "دیوناگری" حروف اور سنسکرت بھاشا کے برابر کوئی شستہ اور وسیع و مکمل زبان نہیں ہے اُن کا یہ منشاء تھا کہ وہ دن آ جاویگا۔ جب لوگ اپنی اپنی زبان کے ڈھنگ سے تنگ آ کر دیو بانی کی پناہ لیں گے اور چونکہ وہ کلام ربانی سے اخذ کی گئی ہے۔ اس لئے اُس کا اور بھی زیادہ حق ہے کہ وہ اپنے فیض سے بنی نوع کو مالا مال کرے۔ یہ یاد رہے کہ "سنسکرت" کبھی

[1] جو ایک سو برس تک زندہ رہیں گو اُن میں خیالات ٹھیک ہیں مگر بلحاظ تبدیلی زبان کے وہ عام فہم نہیں رہے۔

عوام کی بھاشا نہیں رہی۔ ہمیشہ وہ دیوبانی یعنی علمی زبان کا کام دیتی رہی۔ اسی واسطے اُس کا ویاکرن (صرف و نحو) چھند (عروض) ایسا باکمال ہے کہ پانینی رشی کے وقت سے آج تک کسی قسم کا تغیر و تبدل واقعہ نہیں ہوا۔ ہزارہا سال سے جو کتب اُس میں تصنیف کی گئیں وہ ایسی سہولیت سے پڑھی جاتی ہیں جیسا کہ آج کل کی تالیفات۔ وہ وقت شاید بہت دور ہے جب سنسکرت جو مفتوح ملک کی پرانی زبان شمار کی جاتی ہے وہ درجہ حاصل کرے جو اُس کا قدرتاً حق ہے۔ مگر پیشتر اِس کے کہ ہم ایسا دعویٰ کر سکیں۔ یہ ضروری ہے۔ کہ بھارت ورش میں جہاں مدتوں سے وہ دیوبانی رہی ہے۔ اور اس وقت بھی بہت کچھ دہرم بانی ہے۔ اُس کو وہ شرف حاصل ہو کم از کم اتنا تو ہونا چاہئیے کہ جو لوگ ویدوں کو کل علوم کا چشمہ و منبع سمجھتے ہیں اور شاستروں پر اپنے دہرم کا حصر رکھتے ہیں۔ وہ اس کو رواج دیں۔ لیکن افسوس کہ اب تک ہم لوگوں کی بدبختی کے دن بہت باقی ہیں مہرشی کے فرمودہ کی ہم کچھ پرواہ نہیں کرتے اپنے زعم میں اصلاحیں کرنے پر آمادہ ہو رہے ہیں اُن کی ہدایات کے مدعا کو سمجھنے کے بغیر ہم نقص نکالنے پر مستعد ہو گئے ہیں۔

سوامی جی غیر زبانوں کے مخالف نہیں تھے بلکہ اُن
کا فرمودہ ہے کہ:۔
جب پانچ برس کا لڑکا یا لڑکی ہو تب دیو ناگری اور
غیر ممالک کی زبانوں کے حروف کی بھی مشق کراویں (صفحہ ۳۴)
اور ارتھ وید یعنی علم طبعیات و حرفت و صنعت کی
بڑے زوردار الفاظ میں ہدایت کرنے سے صاف اُن کا
منشاء ہے کہ جب تک سنسکرت میں کسی مضمون پر کتب
تصنیف نہیں ہوتے اُن کو دوسری زبانوں سے حاصل
کرنا چاہئے۔ لیکن باوجود اس کے وہ اپنے معراج کو نہیں
چھوڑ سکتے تھے۔ انھوں نے کل دنیا کو راہ راست پر لانا
تھا اور بنی نوع کے طریقہ تعلیم کو سدھارنا تھا۔ وہ جانتے
تھے کہ انسان کے لئے کون سی تدبیر مفید ہوگی اسواسطے
اُنھوں نے اپنے دستورالعمل کو سنسکرت ودیا کے لئے
مخصوص کر دیا۔ سنسکرت میں آپ خود فاضل تھے ویدک
علوم میں یکتائے زمانہ تھے۔ اس کے مطالعہ میں اُن کو
خاص تجربہ اور مشق تھی وہ وید اور وید انگوں کو انسان
کے لئے ترقی اور نجات کا خاص ذریعہ سمجھے تھے۔ اس
واسطے اُن کی رائے میں کوئی تعلیم مکمل نہیں کہلا سکتی
جو ویدک فضیلت سے معرا ہو اُن کی نظر میں ہر اہل
کمال کے لئے اُس کا حصول ضروری تھا۔ نہیں وہ ہر
مبتدی کے لئے اس کی تحصیل لازمی کر گئے۔ یہ دستورالعمل

ہمیشہ کے لئے اُن کی علمیت اور دھارمک جوش کی یادگار رہیگا - اور ہم کو پورا یقین ہے کہ وہ زمانہ آویگا کہ جب جا بجا گروکل قایم ہونگے - اور اُس کے مطابق درس تدریس کا طریقہ کل دنیا میں نہیں تو بھارت ورش میں ضرور مروج ہوگا - جب عالم پیدا ہونگے - نئی نئی کتب طیار ہونگی اور جو کمی اِس وقت انقلاب زمانہ کے باعث اس میں نظر آتی ہے سب دور ہوجاویگی اور وہ وقت آ جاوے گا جب آریوں کی بدھی کا چمتکار پھر اسی دیوبانی کے ذریعہ کل جہان میں پھیلے گا - اور بجائے اس کے کہ وہ غیر زبانوں میں لیاقت حاصل کرنے کو باعث فخر سمجھیں - دوسرے لوگ اُن کے علم ادب سے مستفیض ہونگے -

۴۴ - سنسکرت تعلیم کا جو دستورالعمل آپ نے لکھا ہے وہ ایسا مکمل ہے کہ ہم اُس پر مفصل بحث کرنا ضروری نہیں سمجھتے - اُنھوں نے رشیوں کی کتب پڑھنے کی ہدایت کی ہے وہی تباہی کتب جنکو تاریک زمانہ کے پنڈتوں نے بنایا ہے اُن سے سخت نفرت دلائی ہے - وہ فرماتے ہیں کہ :-

مہرشی لوگوں کا مطلب جہاں تک ہو سکے وہاں تک سلیس اور ایسا ہوتا ہے - کہ جس کے حاصل کرنے میں تھوڑا وقت صرف ہو - برخلاف اس کے پست خیال لوگوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ جہاں تک بنے وہاں تک اپنی تصنیف کو مشکل کریں جس کو سخت محنت سے

پڑھ کر بھی نابود تھوڑا اُٹھا سکیں (صفحہ ۸۸)
اسی مطلب کو زیادہ واضح کرنے کے لئے آپنے لکھا ہے۔
"رشیوں کی تصانیف کو اس لئے پڑھنا چاہیئے کہ وہ
بڑے صاحب علم۔ست شاستروں میں ماہر اور دھرماتما
تھے مگر جو رشی نہیں ہوتے۔ یعنی جو محض خفیف
علم پڑھے ہوں۔ اور جنکا آتما تعصب سے بھرا ہوا ہو
اُن کی تصانیف بھی ویسی ہی ہوتی ہیں (صفحہ ۱۱)
علمی زبان کی "بنیاد" ویاکرن یعنی صرف و نحو کے قواعد پر
ہوتی ہے وہ ماتری بھاشا نہیں کہ اگڑ بگڑ ٹوٹے بھوٹے
اس کو سیکھ لیا جائے۔ اس واسطے سوامی جی نے اس
مضمون پر بہت زور دیا ہے۔ لیکن طریقہ تعلیم کا ایسا عمدہ
درج کیا ہے کہ اُن کا دعویٰ ہے۔ کہ
اگر فہمیدہ اور محنتی آدمی جن کے دل میں کوئی فریب
نہ ہو اور ترقی علم کے خواہشمند ہوں پڑھیں پڑھاویں
تو ڈیڑھ سال میں اشٹا دھیائی اور ڈیڑھ سال میں مہابھاشیہ
ختم کر کے تین سال میں پورے دیا کرنی (صرف و نحو
میں ماہر) ہو سکتے ہیں۔

نواں اصول۔ تعلیم کے مضامین

۲۵۔ اُن کے دستور العمل کے مطابق علوم ذیل کا پڑھنا ہر ایک

شخص کے لئے جو ودوان ہونا چاہتا ہے۔ ضروری ہے۔ اُس
کی تحصیل کے لئے جو میعاد صرف ہونی چاہئے اُس کو بھی
آپنے اپنی سکیم میں درج کر دیا ہے۔ جیسا کہ نقشہ ذیل سے
ظاہر ہوگا:-

مضمون	مدت	
حرف و نحو	۳ سال ۸ ماہ	لبریل و مذہبی تعلیم
علم عروض	۴ ماہ	
علم ادب و فقہ	۱ سال	
فلسفہ و الہیات	۲ سال	
وید یعنی کلام اللہ بمعہ تفسیر	۶ سال	پروفیشنل تعلیم
علم سیاست مدن۔ علم طب و جراحی	۴ سال	
قانون مجاریہ	۲ سال	
علم موسیقی	۲ سال	
علم طبیعیات و صنعت و حرفت	۲ سال	
علم ریاضی و ہیئت	۲ سال	
کل	۲۵ سال	

آج کل سولہ سال میں طالبعلم ایم۔اے کی پڑھائی ختم کرلیتا
ہے مگر سچ پوچھو تو اُس کے معلومات کیا ہوتے ہیں۔ اُس
کا زیادہ تر وقت زباندانی میں خرچ ہوتا ہے۔ اگر اُس نے
کسی سائنس کا مطالعہ کیا ہے تو اُس کو شاید کچھ حقایق
موجودات سے واقفیت ہوجاتی ہے ورنہ اُس کو کسی مفید

یا عملدرآمد امر پر کچھ آگاہی نہیں ہوتی - اسی واسطے سوامی جی فرماتے ہیں:-

"اس طریقہ سے جتنا علم بیس اکیس سال میں حاصل ہو سکتا ہے کسی دوسرے طریقہ سے اتنا سو سال میں بھی نہیں ہو سکتا"

اور ہو کس طرح جب عام طور پر کتابوں میں لفاظی اور عبارت آرائی پر زیادہ زور ہوتا ہے - نہ مصنفوں کے اپنے خیالات متیقن ہوتے ہیں اور نہ وہ دوسروں کو صحیح علم کی طرف لے جانے کی لیاقت رکھتے ہیں - جن کتابوں کے پڑھنے کی ہدایت سوامی جی نے فرمائی ہے - اُن کی نسبت جو تنبیہ اُنھوں نے درج کی ہے وہ خاص توجہ کے قابل ہے - وہ فرماتے ہیں:-

"اُن میں جو جو بات ویدوں کے مخالف پائی جاوے اس کو ترک کردینا چاہئے کیونکہ وید تو بوجہ پرمیشور کے الہام ہونے کے منزہ من الخطا اور ثابت بالذات ہیں یعنی وید کا ثبوت وید ہی ہوتا ہے - مگر براہمن وغیرہ کتابیں محتاج ثبوت ہیں یعنے اُن کے ثبوت کا حصر ویدوں پر ہے"

اس تنبیہ کی بہت ضرورت تھی - کیونکہ وید ہی علم کا منبع اور سچائی کی کسوٹی ہے جب کسی انسان کی تحریر کلام ربانی کے متضاد ہو تو فوراً سمجھ لینا چاہئے کہ وہ غلط ہے -

۲۶- یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جو کتب اس وقت رشیوں

کی تصنیف موجود ہیں وہ بہت زمانہ سے ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں رہی ہیں۔ جو ویدک دہرم کے دشمن تھے اور انہوں نے خود غرضی سے ان میں تحریف کرکے اپنی مطلب برابی کرلی ہے۔ اس ملاوٹ کی چھان بین اب تک نہیں ہوئی اور نہ سوامی جی کو فرصت ملی کہ اپنے یوگ اور ودیا بل سے اُن کی پریکشا کرکے اُن کو درست کرجاتے۔ تاہم آپ نے ایک اصول بتلا دیا ہے جس کے ذریعہ علماء آیندہ رشیوں کی ایسی تصنیفات کو شدہ کرسکتے ہیں۔ جن کتب کو سوامی جی نے ناقابل تسلیم مانا ہے (صفحہ ۹۲) اُن کی فہرست بھی احتیاطاً درج کردی ہے۔ تاکہ اس دہوکے کی ٹٹی میں لوگ پھنس کر گمراہ نہ ہوں۔

۲۷۔ ہم کو مضمون لمبا ہو جانے کا خدشہ ہے۔ ورنہ جسطرح سوامی جی نے چھہ درشن یعنی فلسفہ کے اختلافات کی تطبیق ثابت کی ہے۔ اُس پر بحث کرکے ثابت کرتے کہ جس خوبی سے آپ نے اس مسئلہ کو حل کیا ہے وہ آج تک کسی پنڈت یا اورنٹیل فاضل کے خیال میں بھی نہیں آیا تھا۔ جتنی کتب درشنوں پر ملتی ہیں۔ سب میں یہی گیت گایا گیا ہے۔ کہ ان سب میں متضاد مضامین ہیں یہاں تک کہ اُن کو چھہ علٰحدہ علٰحدہ سکول یعنے۔ فلاسفیاں بیان کیا جاتا ہے سوامی جی فرماتے ہیں:۔

جیسے کہ ایک گھڑے کے بنانے میں۔ فعل۔ زمان۔ مٹی

ترکیب و تفریق کا تعقل - پرکرتی کے اوصاف اور کمہار علت ہیں ویسے ہی پیدایش کائنات ہیں (۱) کرم یعنی فعل جو ایک علت ہے اس کی تفصیل میمانسا میں ہے (۲) زمان کی توضیح ویشیشک میں (۳) علت مادی کی وضاحت نیاء میں (۴) تعقل کی تشریح یوگ میں (۵) تتوں کے سلسلہ وار شمار کی صراحت سانکھیہ میں اور (۶) علت فاعلی جو پرمیشور ہے اسکی توجیہ ویدانت شاستر میں کیگئی ہے

سوامی جی کی تشریح میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ مشکل سے مشکل بات کو ایسا عام فہم کر دیتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ یہ خیال پہلے کیوں نہ ہمارے دلوں میں آیا - انہوں نے ایک عام اصول قایم کر دیا ہے - جو مٹی کے گھڑے میں اور پیدایش کائنات میں برابر کام کر رہا ہے -

۲۸ - حصول علم میں جو جو رکاوٹیں پیش آتی ہیں - اُن کا بڑی تفصیل کے ساتھ صفحہ ۹۵ پر ذکر کیا گیا ہے - تعلیم کے خیرخواہان کو چاہئے کہ اس کو مطالعہ کریں - اُس کے ملاحظہ سے اُن پر واضح ہو جاویگا - کہ فی زمانہ تعلیم سے کیوں وہ فایدہ حاصل نہیں ہوتا جس کی کہ وہ تمنا رکھتے ہیں - سب سے پہلے آپ نے - بد صحبت یعنے بد اعمال اور نفس پرست آدمیوں کی صحبت کو رکاوٹ مانا ہے کیا مدرسوں کے طالب علم موجودہ حالت میں اس عیب سے بچ سکتے ہیں - اُس سے دوسرے درجہ پر

(۲) بد عادات جیسے شراب وغیرہ کا استعمال اور زنا کاری

اس کے پیچھے بھارت ورش کی بڑی رکاوٹ کا ذکر کیا ہے

(۳) بچپن کی شادی یعنے مرد کا پچیسویں اور عورت کا سولھویں سال سے پہلے شادی کرنا مکمل برہمچریہ کا نہ ہونا اور اس کے بعد (۴) راجہ اور ماں باپ اور علما کا وید مقدس وغیرہ شاستروں کی اشاعت میں میلان نہ ہونا۔

(۵) زیادہ کھانا۔ سونا۔ سستی۔ علم کی بیقدری بھی تحصیل علم میں بھاری رکاوٹیں ہیں۔ (۶) سوامی جی برہمچریہ کو طاقت اور عقل و شجاعت و صحت و ترقی دولت حکومت کا ذریعہ مانتے تھے۔ اُن کا قول ہے کہ ایک سد راہ علم میں یہ ہے کہ لوگ برہمچریہ کی قدر نہیں کرتے۔

(۷) پرمیشور کے دھیان کو چھوڑ کر پتھر وغیرہ بتوں کی زیارت اور پرستش میں بے فایدہ تضیع اوقات کرنا بھی علم کے لئے سم قاتل ہے۔

دسواں اصول۔ تعلیم نسوان

۲۹۔ تعلیم نسوان کے اہم سوال پر یوروپ و امریکہ کے مہذب ممالک میں مختلف پہلوؤں سے بحث ہو رہی ہے۔

بھارت ورش میں عوام تو اب تک اس کے سخت مخالف ہیں۔ کیونکہ وہ خود ناخواندہ ہیں مگر جس وقت مہرشی نے ویدک دہرم کا پرچار شروع کیا تھا۔ تعلیم یافتہ لوگ بھی اس کے برخلاف تھے اور اُن کا خیال تھا کہ تعلیم سے عورات کو آزادی اور اُس سے بد اخلاقی اور ہمسری پھیل جاویگی۔ نیم خواندہ کہا کرتے تھے کہ مرد تو ملازمت کے لئے تعلیم حاصل کرتے ہیں کیا عورتوں کو نوکری کرنی ہے کہ اُن کو پڑھایا جاوے۔ اِس سوال کے جواب میں کہ عورات کو نہ پڑھنا چاہئے مہرشی فرماتے ہیں:-

اور جو تم عورتوں کے پڑھنے کی مخالفت بتلاتے ہو۔ یہ
تمہاری جہالت خود غرضی اور بے عقلی کا نتیجہ ہے۔

اس کے بعد وید مقدس کے ایک منتر کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ مثل لڑکوں کے لڑکیاں بھی برہمچریہ رکھ کر

کامل علم اور اعلیٰ تربیت حاصل کریں۔ اور جوان ہو کر جب
پوری بالغ ہو جاویں۔ تو اپنے ہم لیاقت۔ عزیز۔ صاحب علم
اور کامل بلوغت کو پہنچے ہوئے مرد کے ساتھ۔ شادی کریں

ساتھ ہی شریمتی گارگی اور کیکئی کی مثال دیکر دکھلایا ہے کہ قدیم زمانہ میں بھارت ورش کی عورات علم و فن جنگ وغیرہ میں ماہر ہوا کرتی تھیں یہ امر مذہب اور تواریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم ناظرین کی توجہ اُن کی زبردست عقلی دلایل کی طرف دلاتے ہیں۔ جن کو کہ آپ نے اسی ضروری مسئلہ کے حق میں پیش

کیا ہے وہ فرماتے ہیں:-

بھلا یہ تو سنو کہ اگر مرد صاحب علم ہو اور عورت جاہل یا عورت عالمہ اور مرد جاہل ہو۔ تو گھر میں ہمیشہ علم و جہل کا جنگ و جدل مچا رہے گا۔ پھر خوشی کہاں سے آویگی؟

افسوس کہ بھارت ورش میں اکثر تعلیم یافتہ لوگوں کے گھروں میں یہ نظارہ روزمرہ دیکھ پڑتا ہے اور اب تک یہ قول انکی حالت پر صادق آتا ہے۔ اور کاروبار متعلقہ سیاست مدن و تدابیر منزل بلا علم کے کبھی اچھی طرح سرانجام نہیں پاسکتے۔

اس سوال کے جواب میں کہ عورتوں کو کم از کم کتنا پڑھنا چاہئے آپ فرماتے ہیں کہ:-

جیسے مردوں کو کم از کم ویاکرن - دھرم اور اپنے کاروبار کے متعلق ضرور پڑھنا لازم ہے - ویسے عورتوں کو بھی ویاکرن - دھرم - طب - حساب اور دستکاری تو ضرور سیکھنی چاہئے -

کیونکہ بجز ان کے سیکھنے کے

(۱) حق و باطل کی تمیز (۲) اپنے شوہر وغیرہ سے مناسب برتاؤ کرنا (۳) لایق اولاد کا پیدا کرنا (۴) اس کی پرورش کرکے بڑا کرنا اور ادب سکھلانا (۵) گھر کے کاروبار کو جیسا چاہئے دیسا کرنا کرانا (۶) بموجب اصول طب صحت بخش خوراک کا بنانا یا بنوانا نہیں کر سکتیں - جس سے گھر

میں کبھی بیماری پیدا نہ ہو اور سب اہل خاندان خوش و
خورم رہیں۔ (۷) اگر صنعتوں سے واقف نہ ہو تو گھر کی
تعمیر و مرمت کی نگرانی اور پوشاک و زیورات وغیرہ کے
بنانے یا بنوانے وغیرہ کا اہتمام اُس سے نہ ہوگا (۸)
اگر حساب نہ جانتی ہو تو کسی کا حساب سمجھ سمجھا نہیں
سکیگی اور (۹) اگر وید وغیرہ شاستروں کی تعلیم نہ پائی ہو
تو پرمیشور اور دہرم کی پہچان سے بے بہرہ ہونے کی
وجہ سے کبھی ادہرم سے بچ نہیں سکیگی۔
ہم پوچھتے ہیں کہ تعلیم نسواں کے حق میں کیا اس سے بہتر کوئی
اور دلیل مل سکتی ہے۔ ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں
کہ وہ غور کریں۔ اُن کو معلوم ہو جاویگا کہ مہرشی نے چند الفاظ
میں کُل بحث کو ختم کر دیا ہے۔ ہاں آج کل کے تعلیم یافتہ
کہیں گے۔ کہ اِن وجوہات میں عورات کو آزادی دنیا درج نہیں
مگر اُن کو یاد رہے کہ مہرشی مطلق العنانی اور آزادی میں
بہت کچھ فرق سمجھتے تھے۔ وہ عورت کو مرد کی اردہنگی مانتے
تھے اور اُس کو امور خانہ داری کا مالک قرار دیتے تھے۔ تاہم
اُن کی یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ مرد بادشاہ اور عورت
اُس کی وزیر ہے۔ یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ کہ مہرشی نے
یہ نہیں لکھا کہ عورات کو علم سے روزگار ملیگا۔ مگر یاد رکھنا
چاہئیے کہ رشی لوگ علم کو ملازمت کا ذریعہ نہیں سمجھتے اور
علاوہ اس کے عورات کو کا معبد دنیا میں مرد کے مقابلہ

میں کھڑا کرنا اُن کا مدعا نہیں تھا عورات کو اعلیٰ ترین فرائض قدرتاً سپرد ہیں اور اُن سے سبکدوش ہونا کچھ آسان کام نہیں وہ گھر کی مالک ہے اُس کے ذمہ وہاں شانتی کا بڑھانا ہے وہ نوع انسان کی ماتا اور ادیب ہے۔ اور یہ متبرک کام صرف اُسی سے ہو سکتا ہے وہ محبت اور شفقت کا معراج ہے۔ اُس کے دھارمک جوش کو دنیا کی جد و جہد میں لا کر ٹھنڈا کر دینا بنی نوع کے حق میں کبھی مفید نہیں ہو سکتا۔ مہرشی نے عورات کے لئے اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم کا دروازہ کھول دیا ہے اور اُن کو ذید مقدس کے پڑھنے علمی مسایل پر بحث کرنے اور فن جنگ تک سیکھنے کی اجازت دی ہے مگر اُن کی یہ مضبوط رائے نظر آتی ہے کہ وہ خانہ داری کے پاک کاروبار کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ اور اپنی زندگی کا معراج پراوپکار سمجھ کر خاوند کے خوش و خورم رکھنے اور نیک اولاد کے پیدا کرنے اور تربیت کرنے میں مستعد رہیں۔ وہ محبت سے اپنے اوپر دُکھ اُٹھاویں تاکہ دوسرے سُکھ پاویں۔

خاتمہ

۳۰۔ اخیر میں مہرشی بڑے زور دار الفاظ میں ہدایت کرتے ہیں۔ کہ:۔

"وہی لوگ لایق تحسین اور اپنے فرض ادا کرنے میں

کامیاب گنے جاتے ہیں نہ جو برہمچریہ۔ اعلیٰ تربیت
اور علم کے ذریعہ اپنی اولاد کے جسم اور آتما کی
طاقتوں کو پورا نشوونما دیتے ہیں۔"

ہم ان الفاظ پر اُن پکار مچانے والوں کی توجہ دلاتے
ہیں جو اپنے گھر اور اولاد کا تو انتظام کر نہیں سکتے مگر
شہرت پسندی کے لئے دیش اور قوم کے سدھار کا بیڑا
اٹھا لینے کو تیار ہیں۔ علم کی بزرگی کا گیت بہت لوگوں
نے گایا اس کے متعلق مہرشی کے الفاظ پڑھنے کے لایق
ہیں:۔

"یہی خزانہ لازوال ہے۔ اس کو جس قدر خرچ کرو
اُسی قدر بڑھتا ہے۔ باقی سب خزاین خرچ کرنے
سے گھٹتے ہیں اور اُن سے شریک بھی اپنا اپنا حصہ
لیتے ہیں مگر علم کے خزانہ کا نہ کوئی چور اور نہ کوئی
شریک ہو سکتا ہے۔"

وہ فرماتے ہیں:۔
"اس واسطے جتنا ہو سکے اُتنی کوشش تن۔ من۔ دھن
سے ترقی تعلیم میں کرنی چاہئے۔"

وہ اس مضمون کو اس طرح ختم کرتے ہیں:۔
"جس ملک میں برہمچریہ۔ علم اور ویدک دھرم کا چرچا
جیسا کہ چاہئے رہتا ہے۔ وہی ملک خوش نصیب
ہوتا ہے۔"

ناظرین کو اتنا ہم یاد دلا دیتے ہیں کہ علم ترجمہ ودیا کا ہے اور ودیا کی تعریف "صحیح علم" "ریئیشینگ - درشن" کا حوالہ دے کر پہلے کر آئے ہیں - ہر قسم کے معلومات "علم" نہیں - بہت کچھ جو اس وقت مدارس میں پڑھا پڑھایا جاتا ہے وہ اودیا یعنی اُلٹا علم ہوتا ہے - بہتر ہوتا اگر ترجمہ میں بجائے علم کے اصل لفظ ودیا کا استعمال کیا جاتا - کیونکہ رشیوں کی اصطلاح میں اس کے خاص معنی ہیں جن کی تشریح اور تعریف بارہا کی گئی ہے *

اعتراضات

۱۳ - اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراضات مہرشی کی سکیم پر کئے گئے ہیں اُن کا مختصر جواب دیا جاوے - یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مدت تک مہرشی کے دستور العمل کے مطابق آریہ سماج نے بھی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ کیا - جو مدرسہ اور کالج آپ کی یادگار میں قائم ہوئے افسوس کہ اُن کی باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی جو مغربی تعلیم پر شیدا تھے - اور جن کے خیال میں دیدک ودیا سے صرف پاٹھک ہی پیدا ہو سکتے ہیں - بہت مدت تک تو یہ اصحاب ٹال مٹول کا جواب دیتے رہے - اور کہتے رہے کہ زمانہ کی ضروریات

سے کے لحاظ سے اس وقت اس سکیم پر فوراً عمل نہیں ہو سکتا
مگر جب دیکھا کہ ان بہانوں سے پیچھا نہیں چھٹتا اور ویدک
دہرم کے پریمیوں میں پکار مچی کہ آریہ سماج کا روپیہ جو ویدک
تعلیم کے لئے اکٹھا کیا گیا تھا ناجائز اسراف میں خرچ ہو رہا
ہے۔ تو مدبران کالج نے اپنے پیروکاروں کو یہ نئی پٹی پڑھانی
شروع کی کہ مہرشی کی سکیم ناممکن التعمیل ہے۔ نئی روشنی
کا یہ ہی شیوا ہے۔ اُس کا مقولہ ہے کہ گنہگار وہ ہے جو
اپنی کمزوری کو مان لیتا ہے نہ کہ وہ جو گناہ کرتا ہے۔ اپنے
عیب کو چھپانا کافی نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو اُس کو ہنر کے
پیرایہ میں ظاہر کرنا چاہئے۔ پرمیشور نے عقل جیسی نعمت
بے بہا انسان کو اس واسطے عطا کی تھی کہ وہ سچ اور جھوٹھ
میں تمیز کرے۔ مگر اس کمبخت نے اُس سے بھی اُلٹا کام
لیا اور جھوٹھ کو سچ ثابت کرنے کا بیڑا اُٹھا لیا۔ ناظرین
غور سے اُن اعتراضات کو پڑھیں جو اس دستور العمل
کے مخالفین کی طرف سے پیش ہوئے ہیں۔ صرف اتنا
یاد رکھیں کہ جن اصحاب کی طرف سے اُن کو پیش کیا
گیا ہے۔ وہ اور اُن کے ہم خیال اپنے آپ کو مہرشی کا
ثنا خواں اور آریہ سماج کے سبھاسد ہونے کا زور سے
دعوے کیا کرتے ہیں۔

۳۲ - بابو لاجپت رائے جی مہرشی کی سوانح عمری میں لکھتے
ہیں :-

"ہمیں یہ کہنے میں بڑا تامل ہے کہ کبھی آریہ ورت
دیش میں تعلیم کی پرنالی ٹھیک اسی طرح رائج تھی جیسی
کہ سوامی جی نے لکھی ہے۔ کیونکہ سوامی جی نے اپنا
سلسلۂ تعلیم لکھتے وقت کسی پراچین گرنتھ کا پرمان نہیں دیا"

فرمائیے ایسی تحریر کا کیا جواب دیا جائے۔ ہم بابو صاحب سے
پوچھتے ہیں کہ آپ نے پراچین (قدیم) کتب کتنی پڑھی ہیں
سنسکرت دیاکرن سے تو آپ انبھگ ہیں۔ بھلا کیا مہرشی کو معلوم
تھا کہ اُن کے دستور العمل پر ایسے اشخاص نکتہ چینی کرینگے
جو خود تو ناواقف مگر دوسروں سے دریافت کرنا بھی کسر شان
سمجھیں گے۔ بابو صاحب کو اتنی بھی خبر نہیں کہ جہاں کہیں
پورانے گرنتھوں میں ویدوں کی تعلیم کا ذکر آیا ہے۔ وہاں
اُن کو "سانگو پانگ" پڑھنے کی ہدایت ہے اور یہ انگ اُپانگ
اور اُپ وید ٹھیک بلا کم و کاست وہی مضامین ہیں جن
کا ذکر مہرشی کے دستور العمل میں ہے۔ ہم حیران ہیں
کہ ایسی تاشن مغالطہ وہی سے کیا فائدہ تھا اگر بابو صاحب
چاہیں تو بہت سے حوالجات دئے جا سکتے ہیں۔ جس سے
ظاہر ہوگا کہ رشیوں کے وقت میں یہی سلسلہ تعلیم کا آریہ
ورت میں مروج تھا

ہم آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں:۔
"اگر سوامی جی نے اپنے ذہن سے یہ پرنالی بنائی ہے
تو ہم نہایت ادب اور تعظیم سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے

کہ سوامی جی نے اِس سکیم کے لکھتے وقت انسانی
نیچر کا بہت خیال نہیں کیا"۔
بھائی! معقول اختلاف رائے کے لئے ضروری ہے کہ امور
زیر بحث سے واقفیت کماحقہ ہو کیا ہمارے بابو صاحب کسی
انگریز مصنف کے جو علم کیمسٹری یا طبعیات یا ریاضی یا ہیت
یا بجلی یا طبقات الارض میں سپیشلسٹ یعنی ماہر ہو اِس
طرح حرف گیری کی جرات کرینگے تاوقتیکہ کہ اُن علوم میں
لیاقت حاصل نہ کر لیں یا کسی امر کو تجربہ سے غلط نہ ثابت
کر دیں۔ اگر معمولی عالم کے مقابل میں اُن کی رائے کچھ
وقعت نہیں رکھ سکتی۔ تو کیا آپ کی ذاتی رائے ایک
فاضل اجل آپت پُرش اور ویدک ودیا کے عالم اکمل کے
سامنے کچھ وزن رکھ سکتی ہے۔ خاص کر جب آپ کو سنسکرت
میں مطلقاً درک نہیں۔ کیا مہرشی جنھوں نے یوگ بل سے
آتما اور پرماتما سمبندھی باریک مسائل کو اس طرح حل کیا کہ
دنیا چکراتی ہے۔ اُن کو انسانی نیچر پر بابو صاحب سبق دیا
چاہتے ہیں۔ آخر شیخی اور غرور کی بھی کوئی حد ہے۔
ہم نہایت ادب اور تعظیم سے" بابو صاحب سے عرض
کرتے ہیں کہ براہ مہربانی اپنے الفاظ " انسانی نیچر" کی توضیح
کر دیجئے گا۔ گرم سے گرم ملکوں میں اور سرد سے سرد قطعات
میں انسان رہتا ہے۔ محنت اور مشقت اتنی کر لیتا ہے
کہ تھکتا ہی نہیں۔ آرام پسندی یہاں تک کہ ایک قدم چلنے

میں تکان محسوس کرتا ہے۔ اپنے من کو یہاں تک ضبط کر لیتا ہے کہ مہینوں تک ایک ہی مسئلہ کو سوچا کرتا ہے۔ چنچل اس طرح بن جاتا ہے کہ ایک منٹ میں دس خیال دل میں گزر جاتے ہیں۔ جفاکش ایسا کہ بیسیوں علوم اور زبانیں سیکھ لیتا ہے۔ حرام خور ایسا کہ ایک حرف پڑھنے سے جی چراتا ہے۔ ملک میں سپہ گری قانوناً لازمی کر دیجئے یہ حضرت انسان کیا سوداگر کا بچہ ہو۔ کیا مزدور اور امیر کا ہر ایک قواعد حرب سیکھنے میں مشاق ہو جاتا ہے۔ کہیں افریقہ کے دشت و بیابان میں اپنے ابنائے جنس کی ہڈیں چبا لیتا ہے۔ کہیں ہندوستان کے سرسبز قطعات میں بنیا بن کر خون کے قطرہ کو دیکھ کر غش میں آجاتا ہے۔ اس کو جانے دیجئے۔ بھلا ہم پوچھتے ہیں کہ مہرشی نے کون سی بات اپنے دستور العمل میں لکھ ماری کہ لکھتے وقت انسانی نیچر کا بہت خیال نہیں کیا گیا۔ لیجئے ہمارے بابو صاحب اس کا جواب دیتے ہیں :-

عام طور پر مشاہدہ میں آتا ہے کہ طالب علموں کی بدھیاں مختلف درجے کی ہوتی ہیں۔ اُن کے شوق متعلقہ علوم مختلف ہوتے ہیں۔ اُن کی قوت یادداشت میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے۔ پس ہم کس طرح باور کر لیں کہ ہر ایک انسان کی تعلیم تب ہی مکمل ہو سکتی ہے جب کہ وہ پورا۔ علم طب۔ علم محاربہ۔ علم موسیقی اور

ارتھ وید وغیرہ حاصل کرے"

بابو صاحب کا اعتراض " عام مشاہدہ پر مبنی ہے۔ خوب!
گیا۔ یہی وجوہات تعلیم کو لازمی کرتے وقت مخالفان تعلیم نے
ہر ایک مہذب ملک میں پیش نہیں کی تھیں اس وقت
"کنسر کریشن" "Cancer Kration" یعنی حکما سپاہ میں بھرتی
ہونے کا قانون یورپ کے اکثر ممالک میں نافذ ہے۔ ہر
ایک مرد کو کچھ عرصہ تک سپاہ گری کرنی پڑتی ہے۔ کیا
انسانوں کی جسمانی طاقت اس کے لئے برابر ہونی چاہئے
اور اُن کی طبایع ایک جیسی ہونی ضروری ہیں۔ پیشتر اس
کے کہ ایسے قانون کی تعلیم ہو سکے۔ جب تعلیم ایک خاص
درجہ تک لازمی ہے۔ تو جو بچے کم عقل ہونگے۔ اور جن
کی طاقت کمزور ہوگی اُن کو کسی قدر زیادہ عرصہ درس
تدریس میں لگانا پڑیگا۔ ہمارے نکتہ چین شاید نہیں جانتے
کہ اگر برہمچریہ قایم رکھا جاوے۔ اور محنت کی عادت ہو۔ تو
ہر ایک معمولی انسان اس قدر تعلیم حاصل کر سکتا ہے جس
کی ہدایت کہ مہرشی نے کی ہے۔ اور بالفرض اگر چار پانچ
یا دس بیس فیصدی ایسے ضعیف العقل نکلیں تو وہ ایک
خاص عرصہ کے بعد درس گاہ سے باہر نکل جاوینگے
اور شودر کے برن میں شامل ہو جاوینگے۔ کیا مدرسوں اور
کالجوں میں مختلف سکیم ہیں کیونکہ طالب علموں کی میال
مختلف ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ بابو صاحب نے مہرشی کی تحریر

کو غور سے نہیں پڑھا - اس واسطے لکھ مارا کہ "وہ ہر ایک فرد بشر کے لئے پورا علم طب - علم محاربہ - علم موسیقی وغیرہ حاصل کرنے کی ہدایت کر گئے" - ہاں ان کا یہ ضروری قول ہے کہ مکمل تعلیم اُس شخص کی کہلائیگی - جس نے وید کو بمعہ انگ اُپانگ کے اور اُپ ویدوں کو پڑھ لیا ہو - ہر ایک طالب علم کے لئے یہ معراج آپ نے مقرر کیا - لیکن وہ انسانی نیچر کو ہمارے بابو صاحب سے زیادہ اچھی طرح جانتے تھے - انھوں نے جہاں یہ اعلی ترین معراج مقرر کیا ہے ایک "ادنی ترین" مقدار تعلیم کا بھی قایم کر دیا ہے - مہرشی فرماتے ہیں :-

"جیسے مردوں کو کم از کم (۱) ویاکرن - (۲) دھرم اور (۳) اپنے کاروبار کے متعلق ضرور پڑھنا لازم ہے - ویسے عورتوں کو بھی ویاکرن - دھرم - طب - حساب اور دستکاری تو ضرور سیکھنی چاہئیے"۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہرشی نے مردوں کے واسطے کم از کم

صرف و نحو و عروض	۴ سال
علم ادب و فقہ	۱ سال
فلسفہ و الٰہیات	۲ سال
وید مقدس یعنی کلام ربانی معہ تفسیر	۶ سال
کل	۱۳ سال

جس کو آج کل لبرل اور ریلیجس ایجوکیشن سے نامزد کیا جاتا ہے اس کو ہر ایک فرد بشر کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے - اس

کے علاوہ ہر ایک مرد پروفیشنل یا ٹیکنیکل ایجوکیشن جو اُس کے کاروبار کے ساتھ متعلق ہے حاصل کرے - اور "اُپ وید" یعنی (۱) علم طب و جراحی - (۲) قانون و سیاست مدن (۳) علم موسیقی (۴) علم طبعیات و میکانکس (۵) علم ریاضی میں سے ایک شاخ کو چن لے اور اُس میں کمال حاصل کرے - ہم پوچھتے ہیں کہ ایسی سکیم میں کون سا امر انسانی نیچر کے برخلاف ہے - پہلے تیرہ سال کی تعلیم کے متعلق اس قدر درج کیا جاتا ہے کہ چار وید کی تدریس کے لئے چھ سال مقرر ہیں - مگر مہرشی نے منو مہاراج کا حوالہ دے کر یہ بھی درج کیا ہے کہ اس سے اقل درجہ ایک وید پڑھ کر بھی طالب علم اپنی تعلیم کو ختم کر سکتا ہے - وہ فرماتے ہیں :-

"جب ٹھیک طور پر برہمچریہ میں دھرم کے مطابق اطالیق کی ہدایت پر چل کر چاروں - تین - دو یا ایک وید کو بمعہ انگ اُپانگ کے پڑھ لے - تب وہ مرد عورت جس کا برہمچریہ نہ ٹوٹا ہو - گرہ آشرم میں داخل ہو" (صفحہ ۱۰۱)

پس اگر چار سال منہا کئے جاویں تو مہرشی کے دستور العمل کے مطابق اقل درجہ ۹ سال کی تعلیم ہر ایک لڑکے لڑکی کے لئے لازمی ہے - جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں - اُس کے بعد وہ اپنے کاروبار کے متعلق علم پڑھے - آج کل دس سال میں انٹرنس تک کی تعلیم ختم ہوتی ہے - اور اکثر مہذب

ملکوں میں، اتنی یا اس سے کچھ کم تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے
اور باوجود اختلاف طبایع۔ اختلاف شوق کے کوئی ہرج واقعہ
نہیں ہوتا۔ ہمارے بابو صاحب کو چاہیے کہ مہرشیوں کی تصانیف
پر حرف گیری کرنے سے پہلے اُن کو غور سے پڑھ لیا کریں
اُن کے وہم اور شکوک خودبخود رفع ہو جاوینگے۔

۴۵۔ بابو صاحب کے اعتراضات ختم نہیں ہوئے۔ آگے
چل کر وہ فرماتے ہیں :۔

"علاوہ ازیں یہ بات تو اس سکیم کے پڑھنے ماتر سے
پرگٹ ہو جاتی ہے۔ کہ اس زمانہ کے لئے یہ سکیم نہیں
بنائی گئی بتلائے تو سہی۔ آج کل گاندھرو وید کہاں ملتا ہے
اور اُس کی تعلیم کس طرح ہو سکتی ہے۔ علم موسیقی کی
تعلیم کے لئے کیا انتظام ہو سکتا ہے۔ اور پراچین ارتھ
وید کہاں ہے"

ایک انگریزی کہاوت ہے۔ کہ "جہاں مرضی ہو وہاں راستہ ہے"
بابو صاحب کو صرف نقص نکالنا مقصود تھا انڈ بنڈ لکھ مارا۔ کیوں
صاحب علم موسیقی کی تعلیم میں کیا خاص دقتیں ہیں۔ اس کے
واسطے تو کتب سنسکرت اور راگ کے ساز بہت موجود ہیں۔
گاین سماج کلکتہ اور بمبئی نے اس علم کو بہت کچھ جگا دیا ہے
اور آج کل اس میں اتنی تعلیم ہو سکتی ہے۔ جس قدر کہ یورپ
کی یونیورسٹیوں میں ڈاکٹر موسیقی کو دی جاتی ہے۔ اگر کچھ کمی
ہے۔ تو تھوڑی سی محنت سے پوری ہو جاویگی۔ باقی رہا پراچین

اتھروید" اس کی بھی بہت سی کتابیں دستیاب ہو سکتی ہیں اور اگر سنسکرت میں نہیں تو فی الحال کسی دوسری بھاشا میں سے حاصل کر لی جاویں۔ مہرشی اس کے مخالف نہیں۔ اور پھر سنسکرت میں اُن کا ترجمہ کر لیا جاوے۔

۲۶- ہمارے بابو صاحب ایک اور اعتراض پیش کرتے ہیں:-

"اسکیم کے پہلے حصہ میں بھی یہ فرض کر لیا گیا ہے - کہ سنسکرت دیش کی بھاشا ہے - اور طالب علم کو اور کسی بھاشا کے سیکھنے کی ضرورت نہیں"۔

یہ ٹھیک نہیں کیونکہ سنسکرت ہمیشہ سے "دیو بانی" یعنی علما کی زبان رہی ہے اور رہیگی البتہ سکیم میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جب بچہ گروکل میں داخل ہوگا تو اُس کے والدین نے اپنے فرائض ادا کئے ہونگے - اور اُنھوں نے اُس کو اس قدر تعلیم و تربیت دی ہوگی کہ وہ اپنی ماتری بھاشا اور آسان سنسکرت کو سمجھ سکے۔

دوسرے سمولاس میں مہرشی نے صاف طور پر لکھ دیا ہے:-

"جب پانچ برس کا لڑکا لڑکی ہو - تب دیوناگری اور غیر ممالک کی زبانوں کے حروف کی بھی مشق کراویں بعد ازاں وہ منتر - شلوک - سوتر - نظم و نثر معہ معنوں کے جن سے اچھی نصیحتیں علم - دھرم - اور پرمیشور کے متعلق ہدایات ...... حفظ کراویں"۔

بتا دیا گیا ہے کہ پانچ سال کی عمر سے بچہ کو خود تعلیم و تربیت

دے اس کے بعد تین سال تک باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچے کو دیو ناگری اور آسان سنسکرت پڑھا دیوے پس اس سکیم کے مطابق گروکل میں تعلیم شروع ہونے سے پہلے دو تین سال تک تعلیم گھر میں پائی ہوگی۔ اور ساتویں آٹھویں سال میں وہ ویاکرن کو شروع کر دیگا۔ کیا ہمارے بابو صاحب نے پرائمری جماعت کی پاٹھ ودھی پر غور کیا ہے کہ تین سال میں ہر ایک لڑکے کو اُردو مع صرف و نحو۔ حساب جغرافیہ۔ سبق الاشیاء وغیرہ کتنے مضمون پڑھنے پڑتے ہیں۔ جس بچہ نے کہ اپنے مشفق ماں باپ سے پڑھائی کر لی ہو گیا اُس کو اشٹا دھیائی کے پڑھنے میں دقت ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا بچہ آوے جو بالکل ناخواندہ ہے۔ تو وہ پہلے تین سال تک وہ تعلیم حاصل کریگا جو والدین کے ذمہ تھی اور وہ اس طرح اس قدر پڑھ لیگا کہ آسان سنسکرت کے الفاظ سمجھ سکے۔

(۳) ایک اور اعتراض ہمارے بابو صاحب کا یہ ہے :-

"لیکن ویاکرن پڑھنے کے لئے بھی جو وقت سوامی جی نے مقرر کیا ہے۔ وہ معمولی طلباء کے لئے کافی نہیں خاص خاص طالب علم شاید ایسے ہوں۔ جو ڈیڑھ سال میں اچھی طرح سمجھ بوجھ کر اشٹادھیائی کو اور ڈیڑھ سال میں مہابھاشیہ کو پڑھ سکیں۔ کیوں کہ ان دونوں کتب کے سمجھنے کے لئے نہ صرف زباندانی کی بڑی اعلیٰ لیاقت

درکار ہے۔ بلکہ دیگر شاخہائے علوم کی بھی۔ مہابھاشیہ
نہ صرف زباندانی کا اولیہ گرنتھ ہے۔ بلکہ اس میں علم
زبان کا فلسفہ بھی ہے۔ جس کو ہر ایک مبتدی تو درکنار
منتہی بھی نہیں سمجھ سکتا"۔

اس کا جواب ہم اتنا دینگے کہ بابو صاحب اشٹادھیائی اور مہابھاشیہ
دونوں سے آمی مطلق ہیں۔ اور مہرشی ان دونوں میں فاضل
اجل تھے۔ اُن کے متعلق آپ کی رائے ایک علامہ زمان کے
کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھ سکتی ہے۔ آپ نے کبھی امتحان
نہیں کیا۔ تجربہ نہیں کیا کہ اگر ایک برہمچاری جس نے دو تین
سال پہلے تعلیم حاصل کی ہو اور اپنا کل وقت اس کے
مطالعہ میں صرف کرے۔ اور اُستاد بھی ویسے ہوں جس
کا ذکر مہرشی نے کیا ہے تو ڈیڑھ سال میں کتنی پڑھائی ختم
ہو سکتی ہے۔ مانا کہ مہابھاشیہ میں علم زبان کا فلسفہ ہے لیکن
کیا یہ کوئی وجہ ہے کہ مبتدی اس کو نہ سمجھ سکیگا۔ کیا علم
صحت اور علم ہندسہ اور علم کیمیا و طبعیات میں فلسفہ نہیں
اور کیا بچے اُن کو نہیں پڑھا کرتے۔ کیا صرف و نحو کی کتب
منتہی کے لئے ہوتی ہیں۔ اور جس رشی نے مہابھاشیہ کو
تصنیف کیا وہ نہ جانتے تھے کہ ویاکرن مبتدیوں کے لئے ہے؟
ہم کو ان اعتراضوں پر حیرانی آتی ہے کہ لکھنے والے کا مطلب
کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ حرف گیری سے مہرشی کی
عزت کو گھٹا وے۔ فرض کیا کہ اس وقت بھارت ورش

ہیں ''بچوں کے بچے'' (کیوں کہ بال وواہ کے سبب مردوں کے بچے نہیں رہے ہیں) اتنی عقل اور طاقت نہیں رکھتے کہ بجائے سکیم کو رد کرنے کے میعاد تعلیم کو بڑھا دیں جب برہمچاری مردوں کی اولاد پیدا ہوگی تو خود دیکھ لوگے کہ جو میعاد مہرشی نے مقرر کی ہے وہ کافی ہے۔

۴۳۸۔ آخری تیر جو ہمارے تیر انداز نے مہرشی کی سکیم پر چلایا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

'' وید بھاشیہ بھومکا میں جو پرنالی پٹھن پاٹھن کی دی ہے اس میں اور مندرجہ بالا پرنالی میں کچھ اختلاف ہے۔ مثلاً وید بھاشیہ بھومکا میں جیوتش کو نگھنٹو چھند اور نروکت کے ساتھ رکھا ہے۔ اور اُپنشدوں کو ترک کر دیا گیا۔ علی ہذا اس میں علم طبابت۔ گاندھرو وید گائن وِدیا اور ارتھ وِدیا کا کچھ ذکر نہیں۔''

حضرت! گر نہ بیند بروز شپرہ چشم۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ وید بھاشیہ میں اُس تعلیم کا ذکر ہے جو ہر ایک طالب علم کے لئے لازمی ہونی چاہئے۔ یعنی علم زبان علم ادب و لغۃ فلسفہ۔ ریاضی اور کلام الٰہی۔ یعنی وید بمعہ انگ اور اُپانگ کے وہاں پروفیشنل تعلیم کا ذکر ارادتاً چھوڑ دیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک طالب اپنے مذاق اور کاروبار کے مطابق جس اُپ وید کو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ وہ مضامین ہر فرد بشر کے لئے لازمی تھے یہ اختیاری ہیں۔ جیوتش یعنی علم

ریاضی و ہیئت کا وہ حصہ جو ہندسہ و جغرافیہ سے تعلق رکھتا ہے وہ لازمی ہے۔مگر اس میں اعلیٰ لیاقت حاصل کر کے کمال پیدا کرنا اختیاری ہے۔ پس اِن دو تحریرات میں کوئی تناقض نہیں۔بلکہ دونوں میں موافقت ہے۔

اوم شم
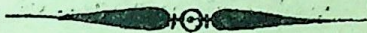
آریہ پتر کا لاہور

٦ صفحہ کا یہ ہفتہ وار اخبار ہر سنیچر کو انگریزی زبان میں لاہور سے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لاہور کی طرف سے شائع ہوتا ہے جس میں ویدک دھرم سمبندھی سماچار اور گورو کل وید پرچار فنڈ آدی فنڈوں کے متعلق خبریں اور ویدک سدھانتوں پر متانت سے بحث ہوتی ہے اور تمام لوگوں کے لئے روئے زمین کی تازہ اور دلچسپ خبریں بھی درج ہوتی ہیں چندہ معہ محصول ڈاک لاہور والوں سے للعہ اور باہر والوں سے پانچروپیہ لیا جاتا ہے۔ ایک پرچہ کی قیمت ٢ ہے۔

آریہ مسافر میگزین

یہ ٤٠ صفحہ کا ماہوار رسالہ اُردو زبان میں ہر ماہ ہردوار سے شائع ہوتا ہے اس میں اُردو دانوں کے لئے ویدک دھرم اور دیگر مت متانتروں کی نسبت مفصل عالمانہ بحث ہوتی ہے سالانہ چندہ معہ محصول ڈاک صرف تین روپئے۔ درخواستیں

بنام لالہ وزیر چند منیجر

اوم

آریہ سماج کے نیم

۱- سب ست وِدیا اور ست وِدّیا سے جو پدارتھ جانے جاتے ہیں اُن سب کا آدی مول پرمیشور ہے۔

۲- ایشور سچدانند سروپ۔ نراکار۔ سروشکتیمان۔ نیاکاری۔ دیالو۔ اجنما۔ اننت نروکار۔ انادی۔ انوپم۔ سرو ادھار۔ سریشور۔ سرو ویاپک۔ سرو انتریامی۔ اجر۔ امر۔ ابھے۔ نِت۔ پوتر اور سرشٹی کرتا ہے۔ اُسی کی اُپاسنا کرنی یوگیہ ہے۔

۳- وید ست ودّیاؤں کا پستک ہے وید کا پڑھنا پڑھانا اور سُننا سُنانا سب آریوں کا پرم دھرم ہے۔

۴- ست گرہن کرنے اور اَست کے چھوڑنے میں سرودا اُدیت رہنا چاہئیے۔

۵- سب کام دھرما نوسار ارتھات ست اور اَست کو وچار کر کرنے چاہئیں۔

۶- سنسار کا اُپکار کرنا آریہ سماج کا مکھیہ اُدیش ہے۔ ارتھات شاریرک آتمک اور ساماجک اُنتی کرنا۔

۷- سب سے پریتی پوروک دھرمانوسار یتھا یوگ برتنا چاہیئے۔

۸- اوِدیا کا ناش اور ودیا کی وردھی کرنی چاہیئے۔

۹- پرتیک کو اپنی اُنتی ہی سے سنتشٹ نہ رہنا چاہیئے۔ کِنتو سب کی اُنتی میں اپنی اُنتی سمجھنی چاہیئے۔

۱۰- سب منشیوں کو ساماجک سرو ہتکاری نیم پالنے میں پرتنتر رہنا چاہیئے۔ اور پرتیک ہتکاری نیم میں سب سوتنتر رہیں +

آریہ پستک پرچار ٹریکٹ نمبر ۴

اوم

مہرشی دیانند کی تعلیم

(۲)

درس و تدریس

از

شریمان رائے ٹھاکر دت صاحب بھون ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پشاور

زیر نگرانی و اہتمام مہاشہ وزیر چند ادھشٹاتا محکمہ آریہ پستک پرچار

قائم کردہ

شرومنی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب تیار ہو کر

شائع ہوا

آریہ سموت ۱۹۷۲۹۴۹۰۰۶ عیسوی ۱۹۰۴

اوم

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	نمبر	مضمون
۱۶-	کلام ربانی اور نیچر-	۳۲	(۱) پراچین گرنتھ کا پرمان نہیں-
۱۷	علمی صداقتیں-		
۱۸	پانچ تتو یا دھاتو-	۳۳-	(۲) انسانی نیچر کا بہت خیال نہیں کیا-
۳۴	(۳) طالب علموں کی پدھیاں مختلف-	۳۷	(۶) ویاکرن عرصہ مقررہ میں نہیں پڑھا جا سکتا-
۳۵	(۴) اس زمانہ کے لئے یہ سکیم نہیں بنائی گئی-	۳۸	(۷) وید بھاشیہ بھومکا اور ستیارتھ پرکاش کی پرنالی میں اختلاف ہے-
۳۶	(۵) سنسکرت دیش کی بھاشا نہیں-		

نوٹ- ستیارتھ پرکاش کے حوالجات اُس مستند اردو ترجمہ سے ہیں جو زیر نگرانی رائے پیڑا رام دھون اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سنہ ۱۸۹۹ء میں طبع ہوا-

اوم

مہرشی دیانند کی تعلیم

درس تدریس

تمہید

ماں باپ کے ذمہ بچّہ کی اُس قدر تربیت و تعلیم کا فرض ہے جو وہ آٹھویں برس کی عمر تک حاصل کرسکے۔ اُس کے بعد درس تدریس کے قواعد کے مطابق بچوں کو اُستاد سے تعلیم ملنی ضروری ہے والدین اپنے فرائض دنیا داری سے نہ اس قدر فرصت رکھتے ہیں۔ نہ ان کو اتنی لیاقت ہوتی ہے اور نہ یہ امر مناسب ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے لڑکے لڑکیوں کو خود تعلیم دے۔ پس سوال یہ ہے کہ اس بڑے بھاری کام کا کیا انتظام ہونا چاہئے۔ معلم کیسے ہوں۔ درسگاہ کہاں ہوں۔ کیا کیا کتب پڑھائی جاویں۔ طریقہ تعلیم کیسا ہو؟ یہ ایسے اہم سوالات ہیں کہ مہذب ملکوں میں صدہا علما نے اُن پر وچار کیا اور بیسیوں کمیٹیاں اور کمیشن قائم

ہوئے کہ ان کے متعلق تحقیقات کر کے رپورٹ کریں
ہزاروں کتب ان مضامین پر لکھی گئیں ہربرٹ سپنسر
جیسے بڑے بڑے فلاسفروں نے اس ادق مسئلہ پر بڑی
تحریرات شایع کیں۔ سررشتہ تعلیم اور یونیورسٹیوں نے قواعد
بنائے اور دستورالعمل مرتب کئے۔ گورنمنٹ کی طرف سے
قانون نافذ ہوئے۔ مگر تا حال ہر جگہ شکایت یہی ہے۔ کہ موجودہ
طریقۂ تعلیم ناقص ہے۔ اُس سے وہ فایدہ حاصل نہیں ہوتا
جو تعلیم سے مقصود تھا۔ جن لوگوں نے اس ضروری مسئلہ
پر خوض کیا ہے اُن کو واجب ہے کہ ستیارتھ پرکاش
کے تیسرے سمولاس کو غور سے پڑھیں۔ اُس میں جو چند
اصول اور ہدایات درج ہیں۔ وہ ایک رشی کے وچار کا نتیجہ
ہیں۔ اور چونکہ وہ مغربی طریقہ تعلیم کے بہت کچھ مخالف ہیں
اس واسطے اگر تقلید کے لئے نہیں تو مقابلہ کے لئے ہی
اُن کو پڑھنا مفید ثابت ہوگا۔ یہ سچ ہے۔ کہ اب تک سوائے
گوروکل کانگڑی ہرووار کے جو دو تین سال سے قایم ہوا ہے اِس
طریقہ پر کوئی عملی کارروائی نہیں کی گئی۔ جس سے یہ کہا جاوے
کہ آج کل وہ کامیاب ثابت ہوا۔ لیکن اس میں مہرشی کا
قصور نہیں۔ وہ سب کام خود نہیں کر سکتے تھے پیشوایان
مذہب خیالات دے جایا کرتے ہیں۔ اُن سے فایدہ اُٹھانا عوام
کا کام ہوتا ہے۔ سچ ہے کہ ان درسگاہوں میں کبھی جو سوامی
جی کی یادگار ہونے کا دعوے کرتی ہیں۔ اور جو اُن کے

پیروکاران کے اختیار میں ہیں۔ ان پہ عملدرآمد نہیں کیا گیا تو اس کے چند ایک بواعث تھے جن کے ذکر کرنے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ سب سے زبردست رکاوٹ سررشتہ تعلیم و یونیورسٹی کے وہ ضوابط ہیں۔ جن کے مطابق گورنمنٹ کے عہدوں پر تقرری اور وکالت۔ ڈاکٹری و انجینیری وغیرہ کی سندیں دی جاتی ہیں۔ علاوہ اس کے جن لوگوں کے ہاتھوں میں ایسی درسگاہوں کا اقتدار آگیا وہ مغربی طریقہ تعلیم پر فریفتہ تھے۔

پہلا اصول برہمچریہ یعنی عفّت

پہلا اصول جس پر سوامی جی کی کل زندگی شہادت دیتی ہے اور جس پر وہ بار بار زور دیتے ہیں۔ یہ ہے:۔

جب تک (لڑکے لڑکیاں) برہمچاری یا برہمچارنی رہیں۔ تب تک عورت و مرد کے باہمی (۱) دیدار (۲) مس (۳) اکیلا رہنے (۴) بات چیت کرنے (۵) شہوت انگیز قصے (۶) باہم کھیلنے (۷) شہوت کا خیال۔ اور (۸) شہوانی صحبتیں۔ ان آٹھ قسم کی زناکاری سے الگ رہیں اور معلموں کو چاہیے۔ کہ ان کو ان باتوں سے بچا دیں۔ صفحہ (۴۲)۔

مقابلہ کیجئے ان آٹھ قسم کے شہوت انگیز افعال کو۔ کہاں تک رشی لوگ باریک بین تھے نہ صرف ناجائز۔ ہمصحبتی کو ہی وہ

زنا مانتے ہیں۔ بلکہ شہوت آمیز دیدار کو بھی ایک گونہ زناکاری میں شامل سمجھتے ہیں۔ کیسے پاک اور اعلیٰ خیالات ہیں۔ اور کہاں تک وہ ہر ایک بُرائی کی جڑ تک پہونچ جاتے ہیں۔ آنکھ کو سنبھالو۔ خیالات کو ضبط کرو۔ شہوت دکھ نہ دے گی۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ:-

لڑکوں اور لڑکیوں کی پاٹھ شالہ ایک دوسرے سے دو کوس دور ہونی چاہیئے۔ جو معلمہ یا معلم یا نوکر چاکر ہوں۔ لڑکیوں کے مدرسہ میں سب عورتیں اور مردانہ مدرسہ میں مرد ہوں۔ زنانہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ پاٹھ شالہ میں پانچ برس کی لڑکی بھی نہ جانے پاوے۔"

یہ ہدایت آج کل کے یورپ اور امریکہ کے عمل سے مختلف ہے وہاں چھوٹے چھوٹے لڑکے لڑکیاں ایک ہی مدرسہ میں اکٹھے پڑھتے ہیں۔ اور بہت سے مردانہ مدرسوں کی معلمہ عورات ہیں اور اس کے برعکس بہت جگہ کالجوں میں بھی بڑے بڑے لڑکے لڑکیاں ایک ہی پروفیسر سے تعلیم پاتے ہیں۔ آیا وہ طریقہ علیٰحدگی کا جس کی سوامی جی نے ہدایت کی ہے۔ بہتر ہے۔ یا یہ جو اس وقت لڑکے لڑکیوں کے باہم میل جول کا مہذب ملکوں میں مروج ہے اس کی نسبت ہم رائے زنی کرنا نہیں چاہتے۔ ہر ایک معقول شخص خود سوچ لے کہ انسانی فطرت کو پاکیزہ رکھنے کا کون سا دستورالعمل زیادہ

مفید ثابت ہوگا۔
ایک اور ہدایت یہاں پر قابل تحریر ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔
ہمیشہ تنہا سوویں۔ ویریہ یعنی منی کا انزال کبھی نہ
کریں۔ جو خواہش سے انزال منی کرتا ہے۔ تو ایسا
سمجھو کہ اُس نے برہمچریہ کے عہد کو توڑ دیا (صفحہ ۵۹)

دوسرا اصول۔ گروکل یعنی طلباؤں کی درسگاہیں آبادیوں سے دور ہوں

۲۔ دوسرا اصول۔ جس کے بارہ میں سخت تاکید کی گئی ہے۔ یہ ہے کہ درسگاہ آبادیوں کے متصل نہ ہوں وہ فرماتے ہیں کہ:۔

تعلیم پانے کا مکان کسی تنہا موقعہ پر ہونا چاہیئے۔
مدرسہ سے گاؤں یا شہر چار کوس دور رہنا چاہیئے۔

کئی احباب کے دل میں خیال پیدا ہوگا۔ کہ طلباء کس طرح اس قدر مسافت روزمرّہ طے کریں گے۔ اور گھر سے مدرسہ تک اور پھر واپس گھر کس طرح پہنچیں گے ان کو معلوم رہے کہ سوامی جی موجودہ طریقہ تعلیم کے بالکل مخالف ہیں۔ وہ درسگاہ سے گروکل مراد لیتے ہیں۔ جہاں والدین سے الگ ہوکر بچے تعلیم پاویں اور رہائش کریں۔

ماں باپ اپنے بچوں سے یا بچے اپنے ماں باپ سے
نہ مل سکیں۔ اور نہ ایک دوسرے سے کسی قسم کی
خط و کتابت کرسکیں ﴿۱﴾ تاکہ دنیاوی تفکرات سے مخلصی
پاکر محض علم بڑھانے کا فکر رکھیں (صفحہ ۴۲)

جب تک گوروکل قایم نہ ہوا تھا یہ باتیں ناقابل عملدرآمد سی معلوم ہوتی تھیں۔ اور بہت آدمی ہیں جو اُن کو اب بھی ایسا کہہ کر ٹال دیا کرتے ہیں۔ لیکن اس میں اُن کا کیا قصور۔ بچپن سے وہ دیکھتے آئے ہیں کہ والدین کو جتنا فکر اپنی اولاد کی بہبودی کا ہوتا ہے وہ معلموں کو ہرگز نہیں ہوتا اسواسطے وہ ماں باپ کو اُن کا سچا خیرخواہ سمجھتے ہیں۔ اُن کا یہ خیال درست ہے۔ آج کل کے اُستاد اپنی تنخواہ سے سروکار رکھتے ہیں۔ اور طلباء فیس دیکر یہ سمجھتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی تعلیم کے دام ادا کردئے۔ گروکل یعنے جن درسگاہوں کو سوامی جی قایم کرنا چاہتے ہیں۔ اُن میں مابین اُستاد و شاگرد یہ دامی ورمی تعلق نہیں ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"معلم یا معلمہ وہ ہیں جو فاضل بلیغ اور دہرماتما ہوں"۔
اور وہ بچوں کو اپنی اولاد کی طرح نظر شفقت اور محبت سے

﴿۱﴾ اس ہدایت سے یہ نہ سمجھو کہ ایک دوسرے کی خیروعافیت و ضروری حالات سے بھی مطلع نہ ہونے پائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ انتظام خانہ داری کے تفکرات میں والدین اپنے بچوں کو بہ حالت طالب علمی شریک نہ کر سکیں جس سے ان کی تحصیل علم میں ہرج واقع ہو۔

رکھیں۔ایسے درسگاہوں میں امیری غریبی کا کچھ خیال نہیں ہوگا۔
سب کو ایک قسم کی پوشاک خورد ونوش اور نشست
دی جاویں۔خواہ شاہزادہ یا شاہزادی ہو یا خواہ کسی مفلس
کے بچے ہوں سب کو نفس کش اور جفاکش ہونا
چاہیئے (صفحہ ۴۲)۔

ایسے وقت میں جبکہ راجکار کالج قایم ہو رہے ہیں۔اور ہر
ایک فرقہ اور ذات کے آدمی اپنی اڑھائی چاول کی کھچڑی
الگ پکانے کی دھن میں اپنا اپنا درسگاہ بنانے پر مستعد
نظر آتے ہیں۔ایسی ہدایات ناممکن معلوم ہوں گی۔لیکن سوال
یہ ہے۔کہ دیش اور دہرم کی ترقی کے لئے کون سا طریقہ
افضل ہے۔وہ جو اس وقت مروج ہے یا وہ جس کا معراج
سوامی جی نے ہم کو دکھلایا ہے۔

تیسرا اصول۔تعلیم عام اور لازمی ہو

ایک اور بات جس پر سوامی جی نے زور دیا ہے وہ یہ ہے
کہ ہر ایک لڑکا اور لڑکی کو تعلیم جبراً دینی چاہئیے۔وہ فرماتے ہیں کہ
سرکاری قانون اور برادری کا قاعدہ ہونا چاہئیے۔کہ پانچویں
یا آٹھویں سال کے بعد کوئی شخص اپنے لڑکے اور لڑکیوں
کو گھر میں نہ رکھ سکے۔مدرسہ میں ضرور بھیج دیوے۔
اگر نہ بھیجے تو مستلزم سزا ہو (صفحہ ۴۲)۔

ایسا نہیں کہ تعلیم جیسا اہم کام والدین کے اختیار میں چھوڑا جاوے۔ تعلیم یافتہ والدین بھی اس میں تساہل کیا کرتے ہیں۔ غریب اور مزدور تو بچوں سے چھوٹی عمر میں کام لینے لگ جاتے ہیں۔ مگر نتیجہ اس حالت کا بہت خراب نکلتا ہے۔ اسی اصول پر ہر ایک مہذب ملک میں اس وقت عمل کیا جاتا ہے اُس کی تائید میں وجوہات کا دینا ضروری نہیں۔ لیکن سوامی جی نے اس کو ایسا ضروری سمجھا ہے۔ کہ اس ہدایت کو منو جی کے شلوک کا حوالہ دے کر دوبارہ دوہرایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

راجا کو واجب ہے کہ سب لڑکیوں اور لڑکوں کو وقت مقررہ سے وقت مقررہ تک برہمچریہ یعنے طالب علمی کی حالت میں رکھ کر اُن کو صاحب علم بنادے۔ جو کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرے۔ اس کے والدین کو سزا دیوے۔ یعنی راجا کا حکم ہونا چاہئے۔ کہ کوئی شخص آٹھ برس کی عمر کے بعد اپنے لڑکے یا لڑکی کو گھر میں نہ رکھے بلکہ وہ آچاریہ کُل (اتالیق خانہ) میں رہیں۔ اور جب تک سماورتن (رسم فارغ التحصیل علم) کا وقت نہ آوے۔ تب تک شادی نہ ہونے پاوے (صفحہ ۹۹)۔

اور جگہ وہ لکھتے ہیں:-

اور خاص کر راجاؤں کو چاہئے۔ کہ دیگر کشتریہ۔ ویشیہ۔ اور اعلیٰ شودروں کو بھی ضرور تحصیل علم کراویں۔ کیونکہ

جو براہمن ہیں اگر محض یہی تحصیل علم کریں اور کشتری وغیرہ نہ کریں - تو علم - دہرم - راج اور دولت وغیرہ کی ترقی کبھی نہیں ہو سکتی - پس سب ورنوں کے عورت مردوں میں علم اور دھرم کی اشاعت ضرور ہونی چاہئے (صفحہ ۶۲)

چوتھا اصول - عبادت اور روزانہ فرائض

۵ - ہم اوپر لکھ چکے ہیں - کہ آریہ رشیوں کی نظر میں دہرم کے معنی بہت وسیع ہیں اُس سے مراد مذہب نہیں کہ دنیا اور عقبیٰ کی باتوں کی تفریق ہو سکے اُن کا دہرم عالمگیر تھا اور انسان کے ہر ایک فعل پر حاوی اور ضابطہ تھا - پس آج کل کی تقسیم تعلیم دنیاوی اور مذہبی کا ہونا اُن کے خیال میں لچر اور فضول ہو جاتا ہے - سوامی جی کے خیال میں تعلیم کا مدعا بہبودیٔ خلایق اور اس کا مقصود نجات تھا - اور یہ بغیر روحانی طاقت کے ناممکن تھا -

پس تعلیم کی نسبت اُن کی اولین ہدایت یہ ہے - کہ طالب علم کو گایتری منتر بامعنی پڑھانا چاہئے - تاکہ شروع سے ہی وہ اپنی عقل کی روشنی کے لئے پرمیشور پر بھروسہ کرنا سیکھے - اور اُسی کے فرمان کی اطاعت کرنا اپنا فرض سمجھے جو معنی با محاورہ اور اُس کی تشریح آپنے (صفحہ ۴۴) کی ہے - ہم اُس کی طرف ناظرین کی خاص توجہ دلاتے ہیں - اور اُن

سے گذارش کرتے ہیں کہ اس دعا کو دوسرے مذاہب کی مناجات سے مقابلہ کریں - اور پھر فیصلہ کریں کہ کلام الٰہی کون ہے - وید یا انجیل و قران وغیرہ -

۲- جب طالب علم اس کو پڑھ لے تو اُس کو روزانہ فرائض مذہبی کا سبق دیا جانا چاہئے - اُس میں سے پہلا فرض سندھیا یعنی عبادت الٰہی ہے اُس کے متعلق مفصل ہدایات اُن کی کتاب پنچ مہایگیہ ودھی میں ہیں - اور ستیارتھ پرکاش میں اس کا خلاصہ لکھ دیا ہے - ایک جزو اس عبادت کا پرانایام یعنی ضبط دم ہے - اور چوں کہ یہ عمل ریاضت کا صرف آریوں کی عبادت سے خصوصیت رکھتا ہے اس لئے اُس کو کسی قدر تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے - (صفحہ ۴۵) آپ جو پُورن یوگی تھے اور جو ایک وقت میں اٹھارہ گھنٹہ تک ضبط دم کرکے عرفانِ حق میں محو ہو جایا کرتے تھے - اس کے فواید اس طرح بیان کرتے ہیں :-

دم اپنے اختیار میں ہو جانے کی وجہ سے من اور حواس بھی اپنے قابو میں ہوتے ہیں - طاقت کی افزائش اور جد و جہد کی ترقی ہوکر عقل تیز اور باریک ہو جاتی ہے - حتےٰ کہ نہایت مشکل اور دقیق مسئلہ کی بھی بسرعت تمام درک کر لیتی ہے - اُسکی بدولت انسان کے جسم میں دیریہ ایزاد ہوکر لازوال

طاقت اور حواس پر غلبہ حاصل ہوگا۔
امریکا کے علماء اور یورپ کے ڈاکٹر اس وقت ضبط دم کے ثنا خواں نظر آتے ہیں۔ اس کے ایک جزو لمبی سانس لینے کو وہ کئی ایک امراض سینہ کا علاج تبلاتے ہیں اور جسمانی ورزش کے اُستاد اس کو طاقت بدنی کے بڑھانے کا یقینی ذریعہ کہتے ہیں۔ وہ دن نزدیک آتا جاتا ہے۔ جب جسمانی ورزش کی طرح ہر ایک مدرسہ میں اس کو بھی تعلیم کا ایک ضروری جزو سمجھا جاوے گا۔
۷۔ دوسرا لازمی روزانہ فرض طلباء کے لئے اگنی ہوتر ہے یعنی آگ میں خوشبودار فرحت و طاقت بخش اشیاء کا ہوم کرنا۔ اس کی منفعت مختصراً اس طرح لکھی ہے :-

جب لوگ جانتے ہیں کہ متعفن ہوا اور پانی سے بیماری پیدا ہوتی ہے بیماری سے جملہ اقسام کے متنفسوں کو تکلیف۔ اور خوشبودار ہوا اور پانی سے صحت اور صحت سے راحت حاصل ہوتی ہے (صفحہ ۴۸)۔

اس سوال کے جواب میں کہ آیا اُس کے نہ کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

ہاں۔ کیونکہ جس آدمی کے بدن سے جتنی بدبو پیدا ہوکر ہوا اور پانی کو بگاڑتی ہے۔ اور بیماری پیدا کرنے کا باعث ہونے سے جانداروں کو دکھ پہنچاتی ہے۔ اُتنا ہی پاپ (گناہ) اُس آدمی کو ہوتا ہے۔ اس لئے اس پاپ

کے رفع کرنے کی غرض سے ہوا اور پانی میں اُس قدر
یا اُس سے زیادہ خوشبو پھیلانی چاہئے۔

کیا کسی اور مذہب میں بھی ایسی لطیف باتوں پر دھیان دیا گیا ہے۔ انہوں نے گناہوں کا کفارہ قربانی کرنا سکھایا۔ اِدہر گناہ سے آتما کو غلیظ اودھر بیگناہ جانور کو ایذا دے کر نفس کو بڑھاؤ اور پھر گوشت کو حلال سمجھ کر موج اوڑاؤ۔ کیا یہ کفارہ ہے یا یہ کہ تمہارے بدن سے ہر وقت جو بدبو پیدا ہوتی ہے۔ اتنی یا اس سے زیادہ خوشبو تم ہوا اور پانی میں ڈالو۔ اہا! کیسے دردناک الفاظ میں آپ فرماتے ہیں۔

جب تک ہوم کرنے کا رواج رہا۔ تب تک آریہ ورت
دیش بیماریوں سے بچا ہوا اور آسائیشوں سے بھرپور تھا
اب بھی رواج ہو تو ویسا ہی ہو جاوے۔ (صفحہ ۴۹)

یہی باعث ہے کہ ہیضہ۔ وبائے بیوبانک مری، چیچک وغیرہ امراض متعدی کے آج کل کے عالمگیر تسلط کا پورانی سنسکرت کتب میں ذکر نہیں ملتا۔ اس سوال کا جواب کہ آیا اِن فرائض میں کبھی تعطیل ہونی چاہئے۔ سوامی جی منو کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں:-

فرائض روزانہ میں تعطیل نہیں ہوتی جیسے کہ سانس
پر سانس برابر لیا جاتا ہے۔ بند نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے
روزانہ فرائض ہر روز ادا کرنے چاہئیں۔ (صفحہ ۵۷)

پانچواں اصول - میعاد تعلیم

۸- اس سوال کا جواب کہ برہمچریہ کی میعاد کتنی ہونی چاہیے
سوامی جی منو مہاراج کا حوالہ دیکر فرماتے ہیں - کہ کم سے
کم نو سال تک بچہ گروکل میں رہے - اور یہ ظاہرا لڑکیوں
کے لئے ہوگا جن کو ۱۶ برس کی عمر سے وِواہ کا اختیار دیا
گیا ہے - اور اوسط میعاد اٹھارہ سال یعنی ان کی عمر ۱۴ سے
۱۷ سال تک ہوگی کیونکہ ۵ سے ۸ برس تک عام درسگاہ
میں داخل کی جاوینگی -

چھبیس سال کا ہوکر مرد درسگاہ سے رخصت ہو - پچیس
سال مرد کے بیاہ کے لئے اول عمر مقرر کی گئی - اُس سے
اعلیٰ درجہ چھتیس سال ہے - کہ مرد اپنی تعلیم کی تکمیل کرکے
اتالیق سے رخصت حاصل کرے - اسی طرح چھاندوگیہ اوپنشد
کا حوالہ دیکر لکھا ہے - کہ جو مرد ۲۴ سال کی عمر کے بعد
خانہ داری اختیار کرے گا - اس کی عمر ۷۰ - ۸۰ سال ہوگی -
اوسط درجہ ۴۴ برس تک برہمچریہ ہے اور افضل ترین ۴۸
برس کی عمر تک برہمچریہ ہے - سوامی جی برہمچریہ پر فریفتہ ہیں
اور بار بار اس پر زور دے کر فرماتے ہیں:-

اتالیق اور ماں باپ بچوں کو پہلی عمر میں علم اور خوبیوں
کے استحصال کے لئے ریاضت کش بنائیں - اور اسی
طور کی نصیحتیں کریں - کہ بچے از خود اکھنڈ (لاتزلزل)

برہمچریہ رکھ کر اور تیسرے اعلےٰ درجہ کے برہمچریہ کا استفادہ کر کے مکمل یعنی چار سو تک عمر کو بڑھائیں (صفحہ ۵۲)

آج کل کے تعلیم یافتہ سُن کر حیراں ہوں گے۔ کہ انسان چار سو برس تک جی سکتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس وقت جب کہ پچاس ساٹھ برس عمر بھی غنیمت سمجھی جاتی ہے۔ اور ستر اسی برس کے بوڑھے کمزور نحیف ہوتے ہیں۔ یہ بات حیرانی میں ڈالتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بات ہنسی میں نہیں اڑانی چاہئے۔ یہ عمر ان لوگوں کے لئے ہے۔ جن کے والدین دھارمک برہمچاری رہے ہوں اور جو ابتداء طفولیت سے نیک چلن رہ کر ۴۸ برس تک اپنی طاقت کو ضایع نہیں کرتے۔ اور پھر خانہ داری کے فرائض کو پورا کر کے یوگابھیاس میں مصروف رہ کر ہر قسم کی برائیوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ جو قانون قدرت کے مخالف کوئی عمل نہیں کرتے۔ اوسط درجہ کی عمر وید میں ایک سو برس بتلائی گئی ہے۔ اور یہ ہر ایک آدمی حاصل کر سکتا ہے کہ جو کلام الہی کی ہدایات کی تعمیل کرے۔ سوامی جی کا قول ہے۔ کہ مرد کے لئے ۲۵ سے ۴۸ سال عمر اور عورت کے لئے ۱۶ سے ۲۴ سال عمر شادی کرنے کے لئے ہے۔ اور کہ چالیسواں سال مرد کے لئے عمدہ وقت شادی کرنے کا ہے۔ مہذب ملکوں میں ان باتوں کی تصدیق ہو رہی ہے۔ وہاں معزز آدمی اس سے کم عمر میں شادی کرنا نامناسب تصور کرتے

ہیں۔ بھارت ورش میں ان عمروں پر بھی لوگ ٹھٹھا اوڑایا کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے وسوسات اُن کو دامنگیر ہو جاتے ہیں اگر کوئی لڑکا یا لڑکی بلا شادی رہ جاوے۔

چھٹا اصول۔ اخلاقی تعلیم

۱۰۔ آج کل کی تعلیم سے عقل تو ضرور تیز ہو جاتی ہے۔ مگر باقی طاقتیں بہت کچھ کمزور ہو جاتی ہیں۔ سب سے بڑھ کر وہ اخلاقی کمزوری ہے۔ جس کے باعث تعلیم یافتہ لوگ اپنی خواہش کے غلام نظر آتے ہیں۔ اور نہ اپنے من پر اُن کو قابو ہے کہ اپنی خواہشات کو معتدل رکھ سکیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ظاہر داری اور ریاکاری کا بازار گرم ہو رہا ہے۔ نیک چلنی اس کا نام سمجھا جاتا ہے کہ سب عیوب در پردہ کئے جاویں۔ اور دوسرے لوگوں کو ان سے آگاہی نہ ہو۔ ایسی حالت میں کیا تعلیم سے وہ فایدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جس کی ہر ایک معقول آدمی اُس سے اُمید رکھتا ہے۔ اس واسطے سوامی جی نے قبل اس کے کہ درس تدریس کی ہدایات درج کریں۔ پڑھنے پڑھانے کے وہ قواعد لکھے ہیں۔ جن کو "اخلاق" کے نام سے آج کل نامزد کیا جاتا ہے۔

۱۱۔ تیتریہ اوپنشد کا حوالہ دے کر آپ فرماتے ہیں:۔

"(۱) ریتھارتھہ آچرن سے پڑھیں اور پڑھاویں۔"

اصل لفظ رتم ہے ۔ جس سے مراد قانون قدرت یا پرماتما کے احکام کی فرمانبرداری ہے سوامی جی نے اُس کے معنی کئے ہیں بیھارتھ آچرن یعنے جیسے ٹھیک ٹھیک مناسب چال چلن ہو اُس پر عمل کیا جاوے ۔ اِس کے ساتھ صداقت یعنے سچائی کی نصیحت ہے جیسا آتما میں ہو ویسا کہیں اور کریں اس سے دوسرے درجہ پر (۳) تپ یعنی ریاضت ہے کہ ۔ تکلیف اُٹھا کر بھی دہرم پر عمل کرتے جاویں ۔ (۴) حواس بیرونی کو بدچلنیوں سے روک لیں (۵) دلی جذبات کو عیبوں سے ہٹا کر پڑھیں پڑھاویں ایسی ہی اگنی ہوتر اور مہماں نوازی ۔ انسانی ہمدردی کا سبق سکھلا کر " دیریہ کی حفاظت اور ترقی کرنا بھی ایک اعلیٰ فرض قرار دیا ہے ۔ یاد رکھنا چاہئے یہ احکام صرف طالبعلموں کے لئے نہیں بلکہ زیادہ تر ہدایات اُستادوں کے لئے ہیں ۔ کیوں کہ اُن کی رفتار ۔ گفتار ۔ اور کردار کا عکس طلباء پر پڑتا ہے خاص کر جب کہ آٹھ پہر بچے اُن کی صحبت میں رہیں گے ۔

۱۲ ۔ اس کے بعد سوامی جی نے پانچ یم اور پانچ نیم کی تشریح کی ہے ۔ کیونکہ وہ دہرم اور اخلاق کے اعلےٰ اصول ہیں ۔ ناظرین دفعہ ۲۷ و ۲۸ کو غور سے مطالعہ کریں ۔ یوگ شاستر میں اُن کو عبادت الہٰی کا مقدم جزو مانا گیا ہے ۔ اُن کے بغیر من پر قابو ہونا ناممکن ہے نیک چلنی کو جو اعلیٰ رتبہ سوامی جی نے دیا ہے ۔ وہ اُن کے پیش کردہ حسب ذیل

پرمان سے صاف عیاں ہے:-

جو بد چلن مغلوب الحواس آدمی ہے۔ اُس کا وید پڑھنا۔
ترک دنیا کرنا یگیہ۔ نیم۔ ریاضت اور نیز دیگر اچھے کام کبھی
کامیابی کا منہ نہیں دیکھتے (منو ۲/۹۷) (صفحہ ۵۶)

اخلاق کے بگاڑنے کی دو چیزیں بہت زبردست ہیں۔ طمع اور شہوت۔ اس واسطے منو جی کا حوالہ دیگر وہ فرماتے ہیں کہ:

جو لوگ ارتھ یعنی سونا وغیرہ جواہرات اور کام یعنی
عورتوں کے ملاپ وغیرہ کی دلدادگی میں نہیں پھنستے
انہیں کو دھرم کی واقفیت میسر ہوتی ہے۔ (صفحہ ۶۱)

کہاں یہ ہدایت اور کہاں مذہبوں کی تعلیم کہ ایمان اور کلام اللہ کے حفظ کرنے سے نجات ابدی حاصل ہوتی ہے۔ ان کا مقولہ ہے۔ کہ جو دھرم کے چال چلن سے معرا ہے وہ اس ثمرہ راحت کو جو ویدوں میں عیاں کردہ دھرم پر چلنے سے پیدا ہوتا ہے حاصل نہیں کر سکتا (صفحہ ۶۱) یہ مضمون بہت کچھ تشریح کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ہم ایسا جگہ چند سطور اُس وعظ میں سے درج کرتے ہیں۔ جس کو کہ اتالیق ہمیشہ اپنے شاگردوں کو نصیحتاً کیا کرے:-

غفلت سے بھی راستی کو کبھی مت چھوڑ۔ غفلت سے
بھی دھرم کو کبھی مت چھوڑ۔ غفلت سے بھی کمالیت
اور حفظ صحت کو مت چھوڑ۔ غفلت سے بھی پڑھنے
پڑھانے کو کبھی مت چھوڑ۔ دیو یعنی علماء اور والدین

کی خدمت میں غفلت مت کر جو ہمارے نیک افعال یعنے دہرم کے کام ہوں - اُن کو قبول کر - اور جو ہمارے گناہ آلودہ افعال ہوں اُن کو مت کر - (صفحہ ٦٠)

ساتواں اصول - ویدونکی عظمت - کلام رّبانی

۱۳ - دھرم کے معیار چار تبلائے ہیں (۱) سب سے پہلے وید یعنی کلام الہی جس کی ہدایات سب پر واجب التعمیل ہیں اور جو اوامر و نواحی کا مستند مجموعہ ہے - نیک اخلاق کی صداقت بذریعہ تجربہ اور مشاہدہ کے نہیں ہو سکتی بہت دفعہ بُرے آدمی اور بد اعمال کامیاب نظر آتے ہیں - پس اس کے لئے اگر مشیّت ایزدی ہم کو معلوم نہ ہوتی تو کبھی یقین نہ ہو سکتا - کہ راستی اور عدل وغیرہ نیک کام کیوں کرنے چاہئیں - (۲) دوسرے درجہ پر عابدوں کی تصانیف ہیں - لیکن شرط یہ ہے کہ اُن میں کوئی بات وید مقدس یعنی کلام الہی کے برخلاف نہ ہو - (۳) تیسرا معیار صالحان کا چلن ہے - جس طرح عالم باعمل کارروائی کرتے رہے ہیں اُن کے چال چلن سے بہت کچھ نیک اخلاق کی ہدایت ملتی ہے - (۴) چوتھے درجہ پر اپنا آتما جس بات کو منع کرتا ہے - ویسا ہی دوسرے کے حق میں سوچیں - جو بات کہ ہم

اپنے لئے پسند نہیں کرتے - وہ دوسرے کے لئے بھی کبھی پسند نہ کریں - یہ عام معیار دھرم کے ہیں - جو اُن کے مطابق ہو وہ نیک اور جو اُن کے مخالف ہو وہ بد سمجھنا چاہیئے -

آٹھواں اصول - تحقیق حق

۱۴ - جن بُنیادی اصولوں کا پہلے ذکر کیا گیا ہے - وہ ترقی اور تکمیل کے لئے ازبس ضروری ہیں - لیکن وہ اصل سوال کو حل نہیں کرتے - پہلا سوال جو تعلیم کے متعلق پیدا ہوتا ہے - وہ یہ ہے - کہ تعلیم سے کیا مراد ہے - وِدّیا یعنے علم کس کو کہتے ہیں - کیا کوئی ایسا اصول ہے - جس پر عمل کر کے ہم یقیناً کہہ سکیں کہ ہم سیدھے راستہ پر چل رہے ہیں سوامی جی اُس کا جواب یوں دیتے ہیں :-

"جو جو پڑھنا پڑھانا ہو واجب ہے کہ وہ اچھی طرح تحقیق کر کے ہو"-

یہ الفاظ کیسے سادے اور صاف ہیں - اور کس طرح بے پرواہی سے ہم ان کو پڑھ جاتے ہیں - لیکن اگر غور کیا جاوے تو وہ اِس سارے مضمون کا لب لباب ہیں - پڑھایا وہ جاوے جو پریکشا یعنی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہو کہ ٹھیک اور درست ہے - کوئی ایسی کتاب یا بات نہ پڑھائی جاوے جو جھوٹھ ہو - یا جس میں لغویات اور ناممکنات ہوں - کیا ہی قدر

ہدایت کافی تھی۔ یہ کہہ دینا آسان ہے۔ کہ جانچ پڑتال سے تحقیق حق کرلو۔ مگر تحقیقات کے لئے قواعد تبلانا بہت مشکل ہے سب آدمی کہنے کو تیار ہیں۔ کہ "ستیارتھ" سچ کو پڑھو اور پڑھاؤ۔ مگر جب سچ کی پہچان کے لئے ان سے معیار پوچھے جاتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں۔

۱۵۔ سوامی جی نے یہ بڑا بھاری "اُپکار" دنیا پر کیا ہے کہ تحقیق حق کے طریقے مجملاً تبلائے ہیں۔ یہ امر ایسا ضروری ہے گویا ان کے طریقہ تعلیم کی کنجی ہے۔ پس ہم اُن کو نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ تحقیق پانچ طرح سے ہوتی ہے۔

اول۔ جو جو پرمیشور کے اوصاف بمقتضائے طبعی اور ویدوں کے مطابق ہو وہ حق اور اس کے خلاف باطل ہے۔

دوم۔ جو جو سلسلۂ کائنات کے مطابق ہو وہ حق اور جو سلسلۂ کائنات کے مخالف ہے وہ سب باطل ہے۔

سوم۔ جو آپت یعنی دھرماتما۔ صاحب علم۔ راست گفتار۔ مکر و فریب سے معرا آدمیوں کی رفاقت و ہدایت کے مطابق ہے۔ وہ قابل تسلیم اور جو جو خلاف ہو وہ ناقابل تسلیم ہے۔

چہارم۔ اپنے آتما کی پاکیزگی اور علم کے مطابق ہو۔ مثلاً اپنے آپ کو خوشی پسند اور رنج ناپسند ہے ویسے ہی ہر حالت میں سمجھنا چاہئے۔

پنجم۔ پرمان یعنی ثبوت و دلایل۔

(۱) ثبوت عین الیقین۔
(۲) قیاس یا ثبوت التزامی۔
(۳) تشبیہ
(۴) شہادت۔علماء راست گفتار کی۔

اُن کی تشریح کے لئے ہم ناظرین کی توجہ اصل کتاب (ستیارتھ پرکاش) کی طرف دلاتے ہیں دیکھو (صفحہ ۶۳ تا ۶۷)۔ آپ کا مقولہ ہے۔کہ:۔

> انسان سچ اور جھوٹھ کی تمیز ان پانچ قسموں کے معیار سے کر سکتا ہے۔اور کسی طرح نہیں کر سکتا۔ (صفحہ ۶۷)۔

ہم کو خوف ہے کہ اگر ہم ان معیاروں کی نسبت مختصر بھی بحث کریں تو مضمون بہت طوالت پکڑ جائے گی۔

۱۶۔ سوامی جی جیسے خدا پرست سے ہی اُمید کی جا سکتی ہے۔کہ وہ پرمیشور اور اُس کی کلام وید مقدس کو متلاشیان حق کے لئے سب سے پہلا اور مقدم معیار بتاتے۔ اس میں شک نہیں کہ کلام ربانی کے ٹھیک سمجھنے کے لئے ہم کو بہت کچھ سلسلۂ کائنات کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے اور عقل سلیم کا آسرا لیا جاتا ہے۔کیونکہ پرمیشور کے کلام کی تشریح نیچر ہے۔جو اُس کی قدرت کا ظہور ہے۔تاہم بہت سی سچائیاں ایسی ہیں۔جن کے متعلق تجربہ اور مشاہدے سے ہم کو تھوڑی مدد ملتی ہے۔کیونکہ وہ ایسی باریک اشیاء

سے تعلق رکھتی ہیں کہ جن پر ہمارے حواس خمسہ قدرت
نہیں رکھتے ہم پوچھتے ہیں کہ آیا کسی دیگر پیشواء مذہب۔ہادی
یا فلاسفر نے حق اور باطل کی پہچان کے لئے اپنے مکمل
قواعد مرتب کئے۔ دوسرے درجے پر انھوں نے نیچر یعنے
سلسلۂ کائنات کو رکھا ہے۔ دیگر مذاہب والے سائنس کی
صداقتوں سے جی چرایا کرتے ہیں۔یہاں اُس کے مطابق
معلومات پیدا کرنا تحقیق حق تبلایا گیا ہے۔سچ پوچھو تو دراصل
یہی دو معیار حق و باطل کے ہیں۔یہی سب صداقتوں
کے معلوم کرنے کے ذرائع ہیں۔تاہم بہت سی ہدایتیں
آپت لوگ کیا کرتے ہیں جن کا ذکر ان دونوں میں
نہیں ہوتا اور گو وہ اُن کے مخالف نہیں۔مگر وہ براہ
راست اُن سے ماخوذ نہیں ہوتیں۔

۱۷- سوامی جی کی رائے میں تحقیق حق کا مسئلہ ایسا اہم
اور ضروری تھا۔کہ انھوں نے اُس کی جانچ پڑتال کے لئے
صرف معیار بتلانے پر ہی کفایت نہیں کی۔بلکہ چند علمی
اور فلسفانہ صداقتوں کو بطور نمونہ کے تبلا دیا ہے۔تاکہ
لوگ سمجھ جاویں کہ سچ کیا ہے۔سب سے پہلے اُنہوں نے
ویشیشک درشن کا حوالہ دے کر فرمایا ہے۔کہ مکتی یا
نجات کے لئے دو امور کی ضرورت ہے۔ایک تو پورے
دھرم کا پیدا ہونا۔اور پرمیشور کے احکام کی فرمانبرداری
اور دوسرا درویہ۔گن وغیرہ۔چھ پدارتھوں کا صحیح علم ہونا۔

ان سب کی تعریف بھی کتاب میں کی گئی ہے - جن کی
تشریح کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ لیکن اس قدر
توجہ ہم ناظرین کی دلاتے ہیں - کہ وہ غور سے ان کا مطالعہ
کریں - علم اور معلومات کی یہ تقسیم مغربی فلاسفی کے مطابق
نہیں - وہ پرانے ڈھنگ کی معلوم دیگی - لیکن ہم یقین
دلاتے ہیں کہ عارفان حق نے جس کی اشاعت کی ہے - وہ
معمولی انسانی تصنیفات سے ضرور زیادہ مکمل اور صحیح ہوگی -
بعض پڑھے لکھے قدماء کی فلاسفی پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں
کہ وہ عناصر کی ماہیت سے نا واقف تھے - وہ پانچ تتوں
کو دہاتو مانتے تھے - حالانکہ آج کل کی تحقیقات کے مطابق
ساٹھ ستر عنصر ہیں - مگر ہمارے نکتہ چینیوں نے الفاظ کے
معنے سمجھنے میں مغالطہ کھایا - اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو پنڈت
درشن پڑھانے ہیں - وہ خود اصلیت سے واقف نہیں -
۱۸ - سنسکرت کے فضلاء پرکرتی (مادہ) کی حالتیں مانتے
تھے - پرکرتی ہمارے حواس پر پانچ صورتوں میں اثر کرتی ہے
سب سے کثیف حالت مادہ کی ٹھوس یعنی سالڈ (Solids)
ہے اس کو وہ (۱) پرتھوی کہتے ہیں - اس سے لطیفت
مائیت یعنی (Liquids) کی صورت ہے جس کو وہ (۲)
جل سے نامزد کرتے تھے اس سے لطیف حالت وہ ہے
کہ جب کوئی شئی جلتی ہو اور اس سے حرارت اور روشنی
حاصل ہوتی ہو - اُس کو انگریزی میں ان کینڈ لیپینٹ یا

کہتے ہیں- اور سنسکرت میں (۳) اگنی کہلاتی (Igneust) ہے- اس سے باریک ہوائی یعنی گیسئیس (Gaseuns) صورت ہے- جس کو (۴) وایو بتلایا گیا ہے- سب سے لطیف حالت مادہ کی ایتھریل ہے- جس کا وصف شبد یعنی آواز ہے اسی کے ذریعہ حرارت اور روشنی سورج اور ستاروں سے زمین تک پہونچتی ہے- اس کو سنسکرت فلاسفی میں (۵) اکاش کہتے ہیں- تھوڑے دن ہوئے کہ ہم نے کیمسٹری پرائمر کو دیکھا جس کو بڑے بڑے جید فضلاء نے تالیف کیا ہے اس کے پہلے ورق پر- وایو-آگ-پانی-پرتھوی یہ چار نام موٹے حروف میں چھپے تھے اور کل کتاب ان کی تشریح تھی-ہاں آکاش یعنی ایتھر کو اُن کے ساتھ شامل نہیں کیا گیا- مگر اس کی وجہ یہ ہے- کہ ہمارے سائینس ان اب تک اس درّویہ (جوہر) کے صفات سے بہت کچھ ناواقف ہیں- گو اُس کے وجود سے منکر نہیں- متقدمین نے جس طرح مادہ کی اِن پانچ حالتوں کا مشاہدہ کیا- اسی طرح اُنھوں نے دیکھا کہ حواس خمسہ بھی انہیں کا ظہور ہے- اور ہر ایک حس اپنے اپنے دھاتو کو اخذ کرتا ہے- قوت شامہ پر غور کیا جاوے- تو معلوم ہوگا کہ اس کے لئے ضروری ہے- کہ ذرات کا لمس اس کے ساتھ ہو دیگر حواس پر اشیاء کا اثر پڑتا ہے- قوت شامہ سب سے کثیف ہے- اس کے ساتھ جب تک کثیف ذرات کا اتصال نہ ہو

تو اس کو حس نہیں ہوتا۔ ذایقہ۔ اس سے لطیف ہے۔ اور جن لوگوں نے سوچا ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ اس کا مدار جل پر ہے۔ مُنہ میں جب تک جل نہ ہو۔ اور ٹھوس خوراک کو اس کے ساتھ ملایا نہ جائے ذایقہ کا حس نہیں ہوتا۔ اسی طرح قوت باصرہ کی بناوٹ شیشہ کی طرح ہے جس میں روشنی اپنا اثر کرتی ہے۔ اور اس طرح اگنی پر اُس کا دار مدار ہے۔ قوت لامسہ ہمارے کل جسم میں پھیلی ہوئی ہے۔ کیونکہ وایو یعنی گاس کا پہلا گُن پھیلاؤ کا ہے۔ قوت سامعہ سب سے لطیف ہے۔ کیونکہ وہ وائبریشن کو جو اکاش کی صفت ہے۔ محسوس کرتی ہے۔ ہر ایک حس ایک ایک دھاتو پر مدار رکھتا ہے۔ جوں جوں مادہ کثیف صورت اختیار کرتا جاتا ہے۔ وہ اپنے سے لطیف حس سے محسوس ہو سکتا ہے۔ مثلاً پرتھوی کی ٹھوس اشیاء پانچوں حواس سے محسوس ہو سکتی ہیں۔ جل چار سے آگ تین سے۔ یہ امر حسب ذیل نقشہ سے بخوبی سمجھ میں آجائیگا:-

نمبر	نام عنصر	گُن	کس کس حواس سے محسوس ہوتے ہیں
۱	اکاش یعنے ایتھر	شبد	کان
۲	وایو یعنے گاس	شبد۔ سپرش	کان۔ چمڑا
۳	اگنی یعنے جلتی اشیاء	شبد سپرش روپ	کان۔ چمڑا۔ آنکھ
۴	جل یعنی رقیق اشیا	شبد۔ سپرش۔ روپ۔ رس	کان۔ چمڑا۔ آنکھ۔ زبان۔
۵	پرتھوی یعنی ٹھوس اشیا	شبد سپرش۔ روپ۔ رس گندھ	کان۔ چمڑا۔ آنکھ۔ زبان۔ ناک

۱۹- اخیر میں سوامی جی فرماتے ہیں:-
شاستروں کے ایسے دلائیل وغیرہ سے امتحان کر کے پڑھنا پڑھانا چاہئیے اور کسی طرح سے طالب علموں کو صحیح صحیح درک نہیں ہو سکتا۔
اور پھر کیسے زبردست الفاظ میں کہتے ہیں:-
جس جس کتاب کو پڑھانا ہو اُس کی تحقیق حسب طریق متذکرہ بالا کئے جانے پر جو صحیح قرار پاوے وہ کتاب پڑھانی چاہئیے اور جو تحقیق سے غلط ثابت ہو اُس کو نہ تو خود پڑھنا چاہئیے اور نہ دوسروں کو پڑھانا چاہئیے۔
یہ الفاظ سُنہری حروف میں لکھنے کے لایق ہیں۔ خاص کر اُن کے لئے جو تعلیم میں مصروف ہیں۔ کہاں یہ ہدایات اور کہاں آج کل کی مطلق العنانی کہ ہر قسم کی گندہ اور فحش قصہ کہانیوں کو لائیبریریوں میں مہیا کرنا ہی فخر سمجھا جاتا ہے اور طلباء کے ہاتھ میں ایسی کتب دی جاتی ہیں۔ جن سے اُن کے نہ صرف اخلاق ہی خراب ہوتے ہیں بلکہ اُن میں لچر مطالعہ کا مذاق پیدا ہو جاتا ہے اور اُن میں سچ اور جھوٹھ کی تحقیق کا مادہ ہی نہیں رہتا اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے سوامی جی پھر مختصر الفاظ میں حق و باطل کی تمیز کا محک تبلاتے ہیں۔ کہ

(۱) خواص الاشیاء (لکشن) اور (۲) پرمان (ثبوت عین الیقین وغیرہ) سے تمام صداقت اور علم کی شناخت اور پدارتھوں کی تنقیح ہوسکتی ہے۔ اِس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوسکتا

آٹھواں اصول۔ تعلیم بوساطت سنسکرت

۲۰۔ جو اصول تعلیم کے متعلق سوامی جی نے قایم کئے ہیں وہ بمثل اُن کی دیگر ہدایات کے ہر ایک ملک اور زمانہ کے لیئے ہیں۔ اختلافات مقامی اور ضروریات وقت کے لیئے جو تغیرو تبدل مطلوب ہوا کرتے ہیں وہ فروعات میں ہوتے ہیں۔ اس وقت درس تدریس کے طریقہ جات مختلف ہیں اور ہزاروں کتب ہونگی جن کو محکمہ تعلیم اور یونیورسٹیوں کے قواعد کے مطابق پڑھایا جاتا ہے۔ ان سب کی نسبت مفصل ہدایات دُنیا کسی ایک فرد بشر کا کام نہیں۔ ہاں جو شخص چاہے وہ ان کے متعلق تحقیق کر سکتا ہے کہ وہ تعلیم کے اصل مدعا کو پورا کرنے میں کہاں تک کامیاب ہونگی۔ یہ سوال کہ آیا ہر ایک ملک اور صوبہ کی زبان کی وساطت سے تعلیم دینی چاہیئے یا آن کہ علماء کی ایک زبان ہونی چاہیئے بہت پُرانا ہے۔ آج کل چونکہ حب وطن کی آواز ہر ایک کی زبان پر ہے۔ عام رائے کا میلان اس طرف ہے کہ ہر ایک قوم کو چاہیئے۔ کہ اپنی اپنی بھاشا میں علم ادب اور سائنس کی کتب کو ترقی دے ہر ایک ملک میں ہزارہا کتب سال بسال چھپ رہی ہیں اور یہ

بات اُس کے باشندوں کی تہذیب کا نشان تصور کی جاتی ہے۔ مگر ذرا غور کیا جاوے۔ تو فوراً ظاہر ہوجائیگا کہ پُرانا طریقہ افضل تھا۔ کہ دیو بانی یعنی علماء کی زبان ایک ہو۔ یہ قدرتی قاعدہ نظر آتا ہے۔ کہ علماء اور عوام کی زبان ایک نہیں ہو سکتی۔ اور اِس کی وجہ ظاہر ہے کہ (۱) علماء کی زبان شائستہ اور بامحاورہ ہوتی ہے۔ (۲) اُس کے الفاظ ایک معین معنی رکھتے ہیں اور باقاعدہ ہوتے ہیں۔ اور چونکہ (۳) خیالات بہت وسیع ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کے اظہار کے لئے اصطلاحات وغیرہ کا استعمال ضروری ہو جاتا ہے۔ عوام کی زبان بھدّی ہوا کرتی ہے جلدی کے باعث نہ تو قاعدہ کا خیال ہو سکتا ہے اور نہ محاورہ کی چنداں پرواہ ہوتی ہے بلکہ تلفظ بھی اکثر بگڑ جایا کرتا ہے ان کو اصطلاحات کی ضرورت نہیں اور نہ دنیاوی کاروبار میں علمی الفاظ کارآمد ہوتے ہیں۔ یہی باعث ہے۔ کہ اگر سوچا جائے تو ہر ایک ملک میں جہاں علم ادب کا زور ہے۔ دو قسم کی زبان پائی جاتی ہے۔ ایک وہ جو کتب اور تحریر کی اور دوسری وہ جو بول چال میں آتی ہے۔ ہاں عالم لوگ اپنی بول چال میں بھی صحیح الفاظ کا استعمال کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ ان کی تعلیم و تہذیب کا نتیجہ ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ عام بول چال کی زبان کبھی "دیو بانی" یعنے علمی زبان نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک شخص جو تحصیل علم

کرنا چاہتا ہے - اس کے لئے ضروری ہے کہ علمی زبان
کو سیکھے صرف فرق اتنا ہے - کہ اگر مادری زبان سے اس علمی
زبان کا میل زیادہ ہوگا تو وہ جلد آ جاوئگی - گذشتہ زمانہ میں
ہمیشہ علمی زبان ایک رہی - ہم بھارت ورش کا ذکر نہیں
کرتے کیوں کہ یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ اس دیش میں
سنسکرت "دیو بانی" یعنی علماء کی زبان رہی اور جس قدر
پرانی کتب ملتی ہیں خواہ وہ پنجاب میں تصنیف کی گئیں
یا بنگال میں خواہ کشمیر یا ٹراونکور میں وہ سب سنسکرت
میں پائی جاتی ہیں - ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ مغربی
ممالک میں ابھی ایک سو برس سے پہلے یہی حال تھا -
جب یونانیوں کا تسلط تھا تو یونانی علماء کی زبان تھی -
یہاں تک کہ انجیل اور عہد جدید کی سب کتب اسی
زبان میں تصنیف کی گئیں - جب ان کے بعد رومیوں
نے اقبال مندی حاصل کی تب لاطینی کا رواج علماء میں
عام ہو گیا - یہاں تک کہ یوروپ کے تاریک زمانہ میں بھی
اس کا زور تھا - بلکہ جب تعلیم کا چرچا از سر نو پھیلا تو اسی
زبان میں مستند کتب تصنیف ہوتی رہیں - لارڈ بیکن
کا "نودم آرگنیم" لاطینی میں تھا - اس کے بعد کچھ مدت
تک فرانسیسی زبان کو عروج ہوا - اور یہ "لینگوا فرنیکا" کے
نام سے یورپ کی ایک گونہ علماء و مدبران کی عام زبان ہو گئی
کہ پڑھے لکھے ہر ملک کے اس کو بول اور سمجھ سکتے

تھے۔ اِس وقت انگریزوں کے اقبال کا ستارہ اوج پر ہے
اور اُن کا بھی یہی معراج ہے کہ اُن کی زبان دنیا میں
عام ہو جاوے۔ مذاہب بھی زبان کے عام کرنے میں
بہت مدد دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلامیہ سلطنتوں میں عربی
اور بودھ ممالک میں پالی علماء کی زبان رہی۔ اِس وقت
قومی عناد اور حسد کا زور ہے اور اس واسطے کبھی اُمید
نہیں ہو سکتی۔ کہ فرانسیسی جرمن یا روسی لوگ انگریزی کو علمی
زبان قرار دیں۔ یا انگریز اور امریکن۔ فرانسیسی کو مان لیں
لیکن غور کیا جاوے تو کس قدر سہولت ہو جاوے اگر
دنیا کی قومیں ایک علمی زبان کے سایہ کے نیچے آجاویں
اس وقت انگلستان میں کوئی عالم نہ ہوگا۔ جس کو فرانسیسی
اور جرمن علاوہ یونانی اور لاطینی کے نہ پڑھنی پڑتی ہو۔
اور چونکہ بہت سی زبانوں کو پڑھنا پڑتا ہے کسی ایک
میں کمال پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی عمدہ کتاب جرمن میں
تصنیف کی جاوے تو اُس کا ترجمہ یا خلاصہ ہر ایک دوسری
زبان میں کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر بھی چونکہ محاورہ کا فرق
ہوتا ہے۔ اس واسطے مصنف کی باریکیوں کا ترجمہ میں
ادا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

فرض کرو کہ بنی نوع اس بات پر متفق ہو جاوے
اور اس کے لئے کوشش ہو رہی ہے تو جائے غور ہے
کہ کس قدر سہولیت فوراً ہو جاوے۔ کسی ملک کے کسی

عالم نے کوئی کتاب تصنیف کی اُس کی اشاعت فوراً
سارے ملکوں میں ہو گئی۔ نہ ترجمہ کی ضرورت اور نہ مختلف
زبانوں کے سیکھنے کی حاجت۔ ہر ایک ملک کا اخبار آسانی
سے ہر جگہ تعلیم یافتہ لوگوں میں پڑھا جا سکے ہر ایک
عالم یہ کوشش کرے۔ کہ وہ کل دنیا میں نامور ہو جاوے۔
نہ کہ صرف کسی ایک صوبہ میں۔ تجارت کے لئے ایک ہی
زبان ہو۔ سیاحت کو جاؤ ہر جگہ تعلیم یافتہ سے خیالات کا
تبادلہ کرلو۔ اور چونکہ علمی زبان کے قواعد صرف و نحو معین
ہوا کرتے ہیں۔ کسی شخص کو انشاپردازی میں یہ مطلق
العنانی نہ ہوگی کہ جو جی میں آیا قلم سے نکال دیا۔ ہر ایک
شخص جو تصنیف کا حوصلہ رکھتا ہے۔ پہلے دیو بانی کے قواعد
میں مہارت حاصل کریگا۔ بلکہ ایک بڑا بھدا نقص جو آج کل ہر
ایک مصنف کے سامنے آتا ہے دور ہو جاویگا۔ پراکرت
یا بول چال کی زبان ہمیشہ بدلا کرتی ہے۔ اور جب اس
کا زور علمی زبان پر پڑ جاتا ہے تو اس میں بھی تغیرات
پیدا ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو تین سو برس میں
اتنا تفاوت پڑ جاتا ہے کہ الفاظ اور محاورہ متقدمین کے
سمجھ میں نہیں آتے۔ چاسر کو بہت عرصہ نہیں گذرا لیکن
اس کی انگریزی ہر ایک تعلیم یافتہ نہیں سمجھ سکتا۔ نہیں
وہ دن آ گیا ہے۔ کہ شیکسپیر کے الفاظ اور عبارت کے
لئے لغت اور شرح کی ضرورت ہے کیونکہ بہت سے لفظ

جو اس کے وقت میں ایک معنی رکھتے تھے وہ اس وقت
مختلف معنی میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایسی
کتب بہت تھوڑی ہیں[1]۔ علاوہ اس کے اگر علماء کی زبان ایک
ہو جاوے تو اتحاد اور یگانگت بڑھ جاوے مختلف قوموں
میں ہمدردی زیادہ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک زبان ہونے
سے اختلاف نہ ہو یا لڑائی و جھگڑا پیدا نہ ہو کیونکہ بھائی بھائی
میں خود غرضی اور غلط فہمی کا زور ہوتا ہے خصومت
پڑ جاتی ہے۔ صرف اتنا ہے کہ زبان چونکہ ایکتا کا ایک ذریعہ
ہے۔ علماء کی ایک زبان ہو جانے سے غلط فہمیاں کم ہو جاوینگی
ان وجوہات پر دھیان رکھ کر مہرشی نے تجویز کی
ہے کہ کل دنیا کی ایک "دیو بانی" ہو اور چونکہ اُن کی اور
فضلائے زمانہ کی رائے ہیں "دیو ناگری" حروف اور سنسکرت
بھاشا کے برابر کوئی شستہ اور وسیع و مکمل زبان نہیں ہے
اُن کا یہ منشاء تھا کہ وہ دن آ جاویگا۔ جب لوگ اپنی اپنی
زبان کے ڈھنگ سے تنگ آکر دیو بانی کی پناہ لیں گے
اور چونکہ وہ کلام ربانی سے اخذ کی گئی ہے۔ اس لیئے
اس کا اور بھی زیادہ حق ہے کہ وہ اپنے فیض سے
بنی نوع کو مالا مال کرے۔ یہ یاد رہے کہ سنسکرت ابھی

---

[1] جو ایک سو برس تک زندہ رہیں گو اُن میں خیالات ٹھیک ہیں مگر
بلحاظ تبدیلی زبان کے وہ عام فہم نہیں رہے۔

عوام کی بھاشا نہیں رہی - ہمیشہ وہ دیو بانی یعنی علمی
زبان کا کام دیتی رہی - اسی واسطے اُس کا ویا کرن
(صرف و نحو) چھند (عروض) ایسا باکمال ہے کہ پانینی
رشی کے وقت سے آج تک کسی قسم کا تغیر و تبدل
واقعہ نہیں ہوا - ہزارہا سال سے جو کتب اُس میں
تصنیف کی گئیں وہ ایسی سہولیت سے پڑھی جاتی
ہیں جیسا کہ آج کل کی تالیفات - وہ وقت شاید بہت
دور ہے جب سنسکرت جو مفتوح ملک کی پرانی زبان
شمار کی جاتی ہے وہ درجہ حاصل کرے جو اُس کا
قدرتاً حق ہے - مگر پیشتر اِس کے کہ ہم ایسا دعویٰ کر
سکیں - یہ ضروری ہے - کہ بھارت ورش میں جہاں
مدتوں سے وہ دیو بانی رہی ہے - اور اِس وقت بھی
بہت کچھ دہرم بانی ہے - اُس کو وہ شرف حاصل ہو
کم از کم اتنا تو ہونا چاہئیے کہ جو لوگ ویدوں کو کل
علوم کا چشمہ و منبع سمجھتے ہیں اور شاستروں پر اپنے
دہرم کا حصر رکھتے ہیں - وہ اس کو رواج دیں - لیکن
افسوس کہ اب تک ہم لوگوں کی بدبختی کے دن بہت
باقی ہیں مہرشی کے فرمودہ کی ہم کچھ پرواہ نہیں کرتے
اپنے زعم میں اصلاحیں کرنے پر آمادہ ہو رہے ہیں
اُن کی ہدایات کے مدعا کو سمجھنے کے بغیر ہم نقص نکالنے
پر مستعد ہو گئے ہیں -

سوامی جی غیر زبانوں کے مخالف نہیں تھے بلکہ اُن کا فرمودہ ہے کہ:-

جب پانچ برس کا لڑکا یا لڑکی ہو تب دیوناگری اور غیر ممالک کی زبانوں کے حروف کی بھی مشق کراویں (صفحہ ۱۲)

اور ارتھ وید یعنی علم طبعیات و حرفت و صنعت کی بڑے زوردار الفاظ میں ہدایت کرنے سے صاف اُن کا منشاء ہے کہ جب تک سنسکرت میں کسی مضمون پر کتب تصنیف نہیں ہوتے اُن کو دوسری زبانوں سے حاصل کرنا چاہئے۔ لیکن باوجود اس کے وہ اپنے معراج کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ انھوں نے کل دنیا کو راہ راست پر لانا تھا اور بنی نوع کے طریقہ تعلیم کو سدھارنا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ انسان کے لئے کون سی تدبیر مفید ہوگی اسواسطے اُنھوں نے اپنے دستور العمل کو سنسکرت ودیا کے لئے مخصوص کر دیا۔ سنسکرت میں آپ خود فاضل تھے ویدک علوم میں یکتائے زمانہ تھے۔ اس کے مطالعہ میں اُن کو خاص تجربہ اور مشق تھی وہ وید اور وید انگوں کو انسان کے لئے ترقی اور نجات کا خاص ذریعہ سمجھے تھے۔ اس واسطے اُن کی رائے میں کوئی تعلیم مکمل نہیں کہلا سکتی جو ویدک فضیلت سے معرا ہو اُن کی نظر میں ہر اہل کمال کے لئے اُس کا حصول ضروری تھا۔ نہیں وہ ہر مبتدی کے لئے اس کی تحصیل لازمی کر گئے۔ یہ دستور العمل

ہمیشہ کے لئے اُن کی علمیت اور دہارمک جوش کی یادگار رہیگا۔ اور ہم کو پورا یقین ہے کہ وہ زمانہ آویگا کہ جب جابجا گرو کل قایم ہونگے۔ اور اُس کے مطابق درس تدریس کا طریقہ کل دنیا میں نہیں تو بھارت ورش میں ضرور مروج ہوگا۔ جب عالم پیدا ہونگے۔ نئی نئی کتب طیار ہونگی اور جو کمی اِس وقت انقلاب زمانہ کے باعث اس میں نظر آتی ہے سب دور ہوجاویگی اور وہ وقت آ جاوے گا جب آریوں کی بدہی کا چمتکار پھر اسی دیوبانی کے ذریعہ کل جہان میں پھیلے گا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ غیر زبانوں میں لیاقت حاصل کرنے کو باعث فخر سمجھیں۔ دوسرے لوگ اُن کے علم ادب سے مستفیض ہونگے۔

۴۔ سنسکرت تعلیم کا جو دستورالعمل آپ نے لکھا ہے وہ ایسا مکمل ہے کہ ہم اُس پر مفصل بحث کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ انھوں نے رشیوں کی کتب پڑھنے کی ہدایت کی ہے وہی تباہی کتب جنکو تاریک زمانہ کے پنڈتوں نے بنایا ہے اُن سے سخت نفرت دلائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :-

مہرشی لوگوں کا مطلب جہاں تک ہوسکے وہاں تک سلیس اور ایسا ہوتا ہے۔ کہ جس کے حاصل کرنے میں تھوڑا وقت صرف ہو۔ برخلاف اس کے پست خیال لوگوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ جہاں تک بنے وہاں تک اپنی تصنیف کو مشکل کریں جس کو سخت محنت سے

پڑھ کر بھی نا بید تھوڑا اُٹھا سکیں (صفحہ ۸۸)
اسی مطلب کو زیادہ واضح کرنے کے لئے آپنے لکھا ہے۔
"رشیوں کی تصانیف کو اس لئے پڑھنا چاہئے کہ وہ
بڑے صاحب علم۔ست شاستروں میں ماہر اور دھرماتما
تھے مگر جو رشی نہیں ہوتے۔یعنی جو محض خفیف
علم پڑھے ہوں۔اور جنکا آتما تعصب سے بھرا ہوا ہو
اُن کی تصانیف بھی ویسی ہی ہوتی ہیں (صفحہ ۱۱)
علمی زبان کی "بنیاد" ویاکرن یعنی صرف و نحو کے قواعد پر
ہوتی ہے وہ ماتری بھاشا نہیں کہ اگڑ بگڑ ٹوٹے پھوٹے
اس کو سیکھ لیا جائے۔اس واسطے سوامی جی نے اس
مضمون پر بہت زور دیا ہے۔لیکن طریقہ تعلیم کا ایسا عمدہ
درج کیا ہے کہ اُن کا دعوی ہے۔کہ
اگر فہمیدہ اور محنتی آدمی جن کے دل میں کوئی فریب
نہ ہو اور ترقی علم کے خواہشمند ہوں پڑھیں پڑھاویں
تو ڈیڑھ سال میں اشٹادھیائی اور ڈیڑھ سال میں مہابھاشیہ
ختم کر کے تین سال میں پورے دیاکرنی (صرف و نحو
میں ماہر) ہو سکتے ہیں۔

نواں اصول۔تعلیم کے مضامین

۲۵۔اُن کے دستور العمل کے مطابق علوم ذیل کا پڑھنا ہر ایک

شخص کے لئے جو وِدوان ہونا چاہتا ہے. ضروری ہے۔اُس کی تحصیل کے لئے جو میعاد صرف ہونی چاہئے اُس کو بھی آپنے اپنی سکیم میں درج کردیا ہے۔جیساکہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہوگا:۔

مضمون	مدت		قسم
صرف و نحو	۳ سال ۸ ماہ		لبریل و مذہبی تعلیم
علم عروض	۴ ماہ		
علم ادب و فقہ	۱ سال		
فلسفہ و الہیات	۲ سال		
وید یعنی کلام اللہ بمعہ تفسیر	۶ سال		پروفیشنل تعلیم
علم سیاست مدن۔علم طب و جراحی	۴ سال		
قانون مجاریہ	۲ سال		
علم موسیقی	۲ سال		
علم طبعیات و صنعت و حرفت	۲ سال		
علم ریاضی و ہیئت	۲ سال		
کُل	۲۵ سال		

آج کل سولہ سال میں طالبعلم ایم۔اے کی پڑھائی ختم کرلیتا ہے مگر سچ پوچھو تو اُس کے معلومات کیا ہوتے ہیں۔اُس کا زیادہ تر وقت زباندانی میں خرچ ہوتا ہے۔اگر اُس نے کسی سائنس کا مطالعہ کیا ہے تو اُس کو شاید کچھ حقایق موجودات سے واقفیت ہوجاتی ہے ورنہ اُس کو کسی مفید

یا عملدرآمد امر پر کچھ آگاہی نہیں ہوتی۔ اسی واسطے سوامی جی فرماتے ہیں:-

"اس طریقہ سے جتنا علم بیس اکیس سال میں حاصل ہو سکتا ہے کسی دوسرے طریقہ سے اتنا سو سال میں بھی نہیں ہو سکتا۔"

اور ہو کس طرح جب عام طور پر کتابوں میں لفاظی اور عبارت آرائی پر زیادہ زور ہوتا ہے۔ نہ مصنفوں کے اپنے خیالات معیّن ہوتے ہیں اور نہ وہ دوسروں کو صحیح علم کی طرف لے جانے کی لیاقت رکھتے ہیں۔ جن کتابوں کے پڑھنے کی ہدایت سوامی جی نے فرمائی ہے۔ اُن کی نسبت جو تنبیہ اُنھوں نے درج کی ہے وہ خاص توجہ کے قابل ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

"اُن میں جو جو بات ویدوں کے مخالف پائی جاوے اس کو ترک کردینا چاہئے کیونکہ وید تو بوجہ پرمیشور کے الہام ہونے کے منزہ عن الخطا اور ثابت بالذات ہیں یعنی وید کا ثبوت وید ہی ہوتا ہے۔ مگر براہمن وغیرہ کتابیں محتاج ثبوت ہیں یعنی اُن کے ثبوت کا حصر ویدوں پر ہے۔"

اس تنبیہ کی بہت ضرورت تھی۔ کیونکہ وید ہی علم کا منبع اور سچائی کی کسوٹی ہے جب کسی انسان کی تحریر کلام ربانی کے متضاد ہو تو فوراً سمجھ لینا چاہئے کہ وہ غلط ہے۔

۲۶- یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جو کتب اس وقت رشیوں

کی تصنیف موجود ہیں وہ بہت زمانہ سے ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں رہی ہیں۔ جو ویدک دہرم کے دشمن تھے اور اُنہوں نے خود غرضی سے ان میں تحریف کر کے اپنی مطلب براری کرلی ہے۔ اس ملاوٹ کی چھان بین اب تک نہیں ہوئی اور نہ سوامی جی کو فرصت ملی کہ اسپنے یوگ اور ودیا بل سے اُن کی پریکشا کر کے اُن کو درست کر جاتے۔ تاہم آپ نے ایک اصول بتلا دیا ہے جس کے ذریعہ علماء آیندہ رشیوں کی ایسی تصنیفات کو شدہ کر سکتے ہیں۔ جن کتب کو سوامی جی نے ناقابل تسلیم مانا ہے (صفحہ ۹۲) اُن کی فہرست بھی احتیاطاً درج کردی ہے۔ تاکہ اس دہوکے کی ٹٹی میں لوگ پھنس کر گمراہ نہ ہوں۔

۲۷۔ ہم کو مضمون لمبا ہو جانے کا خدشہ ہے۔ ورنہ جسطرح سوامی جی نے چھہ درشن یعنی فلسفہ کے اختلافات کی تطبیق ثابت کی ہے۔ اُس پر بحث کر کے ثابت کرتے کہ جس خوبی سے آپ نے اس مسئلہ کو حل کیا ہے وہ آج تک کسی پنڈت یا اورنیٹل فاضل کے خیال میں بھی نہیں آیا تھا۔ جتنی کتب درشنوں پر ملتی ہیں۔ سب میں یہی گیت گایا گیا ہے۔ کہ ان سب میں متضاد مضامین ہیں یہاں تک کہ اُن کو چھہ علحدہ علحدہ سکول یعنے۔ فلاسفیاں بیان کیا جاتا ہے سوامی جی فرماتے ہیں:۔

جیسے کہ ایک گھڑے کے بنانے میں۔ فعل۔ زمان۔ مٹی

ترکیب و تفریق کا تعقل - پرکرتی کے اوصاف اور کمہار
علت، ہیں ویسے ہی پیدائش کائنات میں (۱) کرم یعنی
فعل جو ایک علت ہے اس کی تفصیل میمانسا میں ہے
(۲) زمان کی توضیح ویشیشک میں (۳) علت مادی کی
وضاحت نیاء میں (۴) تعقل کی تشریح یوگ میں (۵)
تتوّوں کے سلسلہ وار شمار کی صراحت سانکھیہ ہیں اور
(۶) علت فاعلی جو پرمیشور ہے اسکی توجیہ ویدانت شاستر میں کیگئی ہے

سوامی جی کی تشریح میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ مشکل
سے مشکل بات کو ایسا عام فہم کر دیتے ہیں کہ عقل دنگ رہ
جاتی ہے کہ یہ خیال پہلے کیوں نہ ہمارے دلوں میں آیا۔ انھوں
نے ایک عام اصول قایم کر دیا ہے۔ جو مٹی کے گھڑے میں
اور پیدائش کائنات میں برابر کام کر رہا ہے۔

۲۸- حصول علم میں جو جو رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ اُن کا بڑی
تفصیل کے ساتھ صفحہ ۹۵ پر ذکر کیا گیا ہے۔ تعلیم کے
خیرخواہان کو چاہئے کہ اس کو مطالعہ کریں۔ اُس کے ملاحظہ
سے اُن پر واضح ہو جاویگا۔ کہ فی زمانہ تعلیم سے کیوں وہ فایدہ
حاصل نہیں ہوتا جس کی کہ وہ تمنا رکھتے ہیں۔ سب سے
پہلے آپ نے۔ بد صحبت یعنے بد اعمال اور نفس پرست
آدمیوں کی صحبت کو رکاوٹ مانا ہے کیا مدرسوں کے
طالب علم موجودہ حالت میں اس عیب سے بچ
ہو سکتے ہیں۔ اُس سے دوسرے درجہ پر

(۲) بد عادات جیسے شراب وغیرہ کا استعمال اور زنا کاری

اس کے پیچھے بھارت ورش کی بڑی رکاوٹ کا ذکر کیا ہے

(۳) بچپن کی شادی یعنے مرد کا پچیسویں اور عورت کا سولھویں سال سے پہلے شادی کرنا کمل برہمچریہ کا نہ ہونا

اور اس کے بعد (۴) راجہ اور ماں باپ اور علماؑ کا وید مقدس وغیرہ شاستروں کی اشاعت میں میلان نہ ہونا۔

(۵) زیادہ کھانا۔ سونا۔ سستی۔علم کی بیقدری بھی تحصیل علم میں بھاری رکاوٹیں ہیں۔ (۶) سوامی جی

برہمچریہ کو طاقت اور عقل وشجاعت وصحت وترقی دولت وحکومت کا ذریعہ

مانتے تھے۔ اُن کا قول ہے کہ ایک سد راہ علم میں یہ ہے کہ لوگ برہمچریہ کی قدر نہیں کرتے۔

(۷) پرمیشور کے دھیان کو چھوڑ کر تپھر وغیرہ بتوں کی زیارت اور پرستش میں بے فایدہ تضیع اوقات کرنا بھی علم کے لئے سم قاتل ہے۔

دسواں اصول۔ تعلیم نسواں

۲۹۔ تعلیم نسواں کے اہم سوال پر یوروپ و امریکہ کے مہذب ممالک میں مختلف پہلوؤں سے بحث ہو رہی ہے۔

بھارت ورش میں عوام تو اب تک اس کے سخت مخالف ہیں۔ کیونکہ وہ خود ناخواندہ ہیں مگر جس وقت مہرشی نے ویدک دھرم کا پرچار شروع کیا تھا۔ تعلیم یافتہ لوگ بھی اُس کے برخلاف تھے اور اُن کا خیال تھا کہ تعلیم سے عورات کو آزادی اور اُس سے بد اخلاقی اور ہمسری پھیل جاویگی۔ نیم خواندہ کہا کرتے تھے کہ مرد تو ملازمت کے لئے تعلیم حاصل کرتے ہیں کیا عورتوں کو نوکری کرنی ہے کہ اُن کو پڑھایا جاوے۔ اس سوال کے جواب میں کہ عورات کو نہ پڑھنا چاہئے مہرشی فرماتے ہیں:-

اور جو تم عورتوں کے پڑھنے کی مخالفت بتلاتے ہو۔ یہ تمہاری جہالت خود غرضی اور بے عقلی کا نتیجہ ہے۔

اس کے بعد وید مقدس کے ایک منتر کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ مثل لڑکوں کے لڑکیاں بھی برہمچریہ رکھ کر

کامل علم اور اعلیٰ تربیت حاصل کریں۔ اور جوان ہو کر جب پوری بالغہ ہو جاویں۔ تو اپنے ہم لیاقت۔ عزیز۔ صاحب علم اور کامل بلوغت کو پہنچے ہوئے مرد کے ساتھ شادی کریں

ساتھ ہی شریمتی گارگی اور کیکئی کی مثال دیکر دکھلایا ہے کہ قدیم زمانہ میں بھارت ورش کی عورات علم و فن جنگ وغیرہ میں ماہر ہوا کرتی تھیں یہ امر مذہب اور تواریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم ناظرین کی توجہ اُن کی زبردست عقلی دلایل کی طرف دلاتے ہیں۔ جن کو کہ آپ نے اسی ضروری مسئلہ کے حق میں پیش

کیا ہے وہ فرماتے ہیں:۔

بھلا یہ تو سنو کہ اگر مرد صاحب علم ہو اور عورت جاہل یا عورت عالمہ اور مرد جاہل ہو۔ تو گھر میں ہمیشہ علم و جہل کا جنگ و جدل مچا رہے گا۔ پھر خوشی کہاں سے آویگی؟

افسوس کہ بھارت ورش میں اکثر تعلیم یافتہ لوگوں کے گھروں میں یہ نظارہ روزمرہ دیکھ پڑتا ہے اور اب تک یہ قول انکی حالت پر صادق آتا ہے۔ اور کاروبار متعلقہ سیاست مدن و تدابیر منزل بلا علم کے کبھی اچھی طرح سرانجام نہیں پاسکتے۔

اس سوال کے جواب میں کہ عورتوں کو کم از کم کتنا پڑھنا چاہئے آپ فرماتے ہیں کہ:۔

جیسے مردوں کو کم از کم ویاکرن۔ دھرم اور اپنے کاروبار کے متعلق ضرور پڑھنا لازم ہے۔ ویسے عورتوں کو بھی ویاکرن۔ دھرم۔ طب۔ حساب اور دستکاری تو ضرور سیکھنی چاہئے۔

کیونکہ بجز ان کے سیکھنے کے

(۱) حق و باطل کی تمیز (۲) اپنے شوہر وغیرہ سے مناسب برتاؤ کرنا (۳) لایق اولاد کا پیدا کرنا (۴) اس کی پرورش کرکے بڑا کرنا اور ادب سکھلانا (۵) گھر کے کاروبار کو جیسا چاہئے ویسا کرنا کرانا (۶) بموجب اصول طب صحت بخش خوراک کا بنانا یا بنوانا نہیں کرسکتیں۔ جس سے گھر

ہیں کبھی بیماری پیدا نہ ہو اور سب اہل خاندان خوش و خورم رہیں۔ (۷) اگر صنعتوں سے واقف نہ ہو تو گھر کی تعمیر و مرمت کی نگرانی اور پوشاک و زیورات وغیرہ کے بنانے یا بنوانے وغیرہ کا اہتمام اس سے نہ ہوگا (۸) اگر حساب نہ جانتی ہو تو کسی کا حساب سمجھ سمجھا نہیں سکیگی اور (۹) اگر وید وغیرہ شاستروں کی تعلیم نہ پائی ہو تو پرمیشور اور دھرم کی پہچان سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے کبھی ادھرم سے بچ نہیں سکیگی۔

ہم پوچھتے ہیں کہ تعلیم نسواں کے حق میں کیا اس سے بہتر کوئی اور دلیل مل سکتی ہے۔ ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ غور کریں۔ اُن کو معلوم ہو جاویگا کہ مہرشی نے چند الفاظ میں کُل بحث کو ختم کر دیا ہے۔ ہاں آج کل کے تعلیم یافتہ کہیں گے۔ کہ اِن وجوہات میں عورات کو آزادی دینا درج نہیں مگر اُن کو یاد رہے کہ مہرشی مطلق العنانی اور آزادی میں بہت کچھ فرق سمجھتے تھے۔ وہ عورت کو مرد کی اردھنگی مانتے تھے اور اُس کو امور خانہ داری کا مالک قرار دیتے تھے۔ تاہم اُن کی یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ مرد بادشاہ اور عورت اُس کی وزیر ہے۔ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ کہ مہرشی نے یہ نہیں لکھا کہ عورات کو علم سے روزگار ملیگا۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ رشی لوگ علم کو ملازمت کا ذریعہ نہیں سمجھتے اور علاوہ اس کے عورات کو کام بجز دنیا میں مرد کے مقابلہ

میں کھڑا کرنا اُن کا مدعا نہیں تھا عورات کو اعلیٰ ترین فرائض قدرتاً سپرد ہیں اور اُن سے سبکدوش ہونا کچھ آسان کام نہیں وہ گھر کی مالک ہے اُس کے ذمہ وہاں شانتی کا بڑھانا ہے وہ نوع انسان کی ماتا اور ادیب ہے۔ اور یہ متبرک کام صرف اُسی سے ہو سکتا ہے وہ محبت اور شفقت کا معراج ہے۔ اُس کے دھارمک جوش کو دنیا کی جد وجہد میں لا کر ٹھنڈا کر دینا بنی نوع کے حق میں کبھی مفید نہیں ہو سکتا۔ مہرشی نے عورات کے لئے اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم کا دروازہ کھول دیا ہے اور اُن کو وید مقدس کے پڑھنے۔ علمی مسایل پر بحث کرنے اور فن جنگ تک سیکھنے کی اجازت دی ہے مگر اُن کی یہ مضبوط رائے نظر آتی ہے کہ وہ خانہ داری کے پاک کاروبار کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ اور اپنی زندگی کا معراج پیاوپکار سمجھ کر خاوند کے خوش و خورم رکھنے اور نیک اولاد کے پیدا کرنے اور تربیت کرنے میں مستعد رہیں۔ وہ محبت سے اپنے اوپر دُکھ اُٹھاویں تا کہ دوسرے سُکھ پاویں۔

خاتمہ

۳۰۔ اخیر میں مہرشی بڑے زور دار الفاظ میں ہدایت کرتے ہیں۔ کہ:۔

" وہی لوگ لایق تحسین اور اپنے فرض ادا کرنے میں

کامیاب گنے جاتے ہیں کہ جو برہمچریہ - اعلیٰ تربیت
اور علم کے ذریعہ اپنی اولاد کے جسم اور آتما کی
طاقتوں کو پورا نشو ونما دیتے ہیں"
ہم ان الفاظ پر اُن پکار مچانے والوں کی توجہ دلاتے
ہیں جو اپنے گھر اور اولاد کا تو انتظام کر نہیں سکتے مگر
شہرت پسندی کے لئے دیش اور قوم کے سُدھار کا بیڑا
اُٹھا لینے کو تیار ہیں - علم کی بزرگی کا گیت بہت لوگوں
نے گایا اس کے متعلق مہرشی کے الفاظ پڑھنے کے لایق
ہیں :-
"یہی خزانہ لازوال ہے - اس کو جس قدر خرچ کرو
اسی قدر بڑھتا ہے - باقی سب خزاین خرچ کرنے
سے گھٹتے ہیں اور اُن سے شریک بھی اپنا اپنا حصہ
لیتے ہیں مگر علم کے خزانہ کا نہ کوئی چور اور نہ کوئی
شریک ہو سکتا ہے"
وہ فرماتے ہیں :-
"اس واسطے جتنا ہو سکے اُتنی کوشش تن - من - دھن
سے ترقی تعلیم میں کرنی چاہئے"
وہ اس مضمون کو اس طرح ختم کرتے ہیں :-
"جس ملک میں برہمچریہ - علم اور ویدک دھرم کا چرچا
جیسا کہ چاہئے رہتا ہے - وہی ملک خوش نصیب
ہوتا ہے"

ناظرین کو اتنا ہم یاد دلا دیتے ہیں کہ علم ترجمہ ودیا کا ہے اور ودیا کی تعریف "صحیح علم" وہ "ویشیشک" درشن کا حوالہ دے کر پہلے کر آئے ہیں۔ ہر قسم کے معلومات "علم" نہیں۔ بہت کچھ جو اِس وقت مدارس میں پڑھا پڑھایا جاتا ہے وہ اودیا یعنی اُلٹا علم ہوتا ہے۔ بہتر ہوتا اگر ترجمہ میں بجائے علم کے اصل لفظ ودیا کا استعمال کیا جاتا۔ کیونکہ رشیوں کی اصطلاح میں اس کے خاص معنی ہیں جن کی تشریح اور تعریف بارہا کی گئی ہے ؎

اعتراضات

۱۳۱۔ اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراضات مہرشی کی سکیم پر کئے گئے ہیں اُن کا مختصر جواب دیا جاوے۔ یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مدت تک مہرشی کے دستور العمل کے مطابق آریہ سماج نے بھی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ کیا۔ جو مدرسہ اور کالج آپ کی یادگار میں قایم ہوئے افسوس کہ اُن کی باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی جو مغربی تعلیم پر شیدا تھے۔ اور جن کے خیال میں ویدک ودیات صرف پاٹھ سے ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔ بہت مدت تک تو یہ اصحاب ٹال مٹول کا جواب دیتے رہے۔ اور کہتے رہے کہ زمانہ کی ضروریات

کے لحاظ سے اس وقت اس سکیم پر فوراً عمل نہیں ہو سکتا
مگر جب دیکھا کہ ان بہانوں سے پیچھا نہیں چھٹتا اور ویدک
دہرم کے پریمیوں میں پکار مچی کہ آریہ سماج کا روپیہ جو ویدک
تعلیم کے لئے اکٹھا کیا گیا تھا ناجائز اصراف میں خرچ ہو رہا
ہے۔ تو مدبران کالج نے اپنے پیروکاروں کو یہ نئی پٹی پڑھانی
شروع کی کہ مہرشی کی سکیم ناممکن التعمیل ہے۔ نئی روشنی
کا یہ ہی شیوا ہے۔ اُس کا مقولہ ہے کہ گنہگار وہ ہے جو
اپنی کمزوری کو مان لیتا ہے نہ کہ وہ جو گناہ کرتا ہے۔ اپنے
عیب کو چھپانا کافی نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو اُس کو ہنر کے
پیرایہ میں ظاہر کرنا چاہئے۔ پرمیشور نے عقل جیسی نعمت
بے بہا انسان کو اس واسطے عطا کی تھی کہ وہ سچ اور جھوٹھ
میں تمیز کرے۔ مگر اس کمبخت نے اُس سے بھی اُلٹا کام
لیا اور جھوٹھ کو سچ ثابت کرنے کا بیڑا اُٹھا لیا۔ ناظرین
غور سے اُن اعتراضات کو پڑھیں جو اس دستور العمل
کے مخالفین کی طرف سے پیش ہوئے ہیں۔ صرف اتنا
یاد رکھیں کہ جن اصحاب کی طرف سے اُن کو پیش کیا
گیا ہے۔ وہ اور اُن کے ہم خیال اپنے آپ کو مہرشی کا
ثنا خواں اور آریہ سماج کے سبھا سد ہونے کا زور سے
دعوے کیا کرتے ہیں۔

۲۲ - بابو لاجپت رائے جی مہرشی کی سوانح عمری میں لکھتے
ہیں :-

"ہمیں یہ کہنے میں بڑا تامل ہے کہ کبھی آریہ ورت
ویش میں تعلیم کی پرنالی ٹھیک اسی طرح رائج تھی جیسی
کہ سوامی جی نے لکھی ہے۔ کیونکہ سوامی جی نے اپنا
سلسلۂ تعلیم لکھتے وقت کسی پراچین گرنتھ کا پرمان نہیں دیا"
فرمائیے ایسی تحریر کا کیا جواب دیا جائے۔ ہم بابو صاحب سے
پوچھتے ہیں کہ آپ نے پراچین (قدیم) کتب کتنی پڑھی ہیں
سنسکرت دیاکرن سے تو آپ امی ہیں۔ بھلا کیا مہرشی کو معلوم
تھا کہ اُن کے دستور العمل پر ایسے اشخاص نکتہ چینی کریںگے
جو خود تو ناواقف مگر دوسروں سے دریافت کرنا بھی کسر شان
سمجھیں گے۔ بابو صاحب کو اتنی بھی خبر نہیں کہ جہاں کہیں
پورانے گرنتھوں میں ویدوں کی تعلیم کا ذکر آیا ہے۔ وہاں
اُن کو "سانگو پانگ" پڑھنے کی ہدایت ہے اور یہ انگ، اُپانگ
اور اُپ وید ٹھیک بلا کم و کاست وہی مضامین ہیں جن
کا ذکر مہرشی کے دستور العمل میں ہے۔ ہم حیران ہیں
کہ ایسی فاش مغالطہ دہی سے کیا فایدہ تھا اگر بابو صاحب
چاہیں تو بہت سے حوالجات دیئے جا سکتے ہیں۔ جس سے
ظاہر ہوگا کہ رشیوں کے وقت میں یہی سلسلہ تعلیم کا آریہ
ورت میں مروج تھا

آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"اگر سوامی جی نے اپنے ذہن سے یہ پرنالی بنائی ہے
تو ہم نہایت ادب اور تعظیم سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے

کہ سوامی جی نے اِس سکیم کے لکھتے وقت انسانی
نیچر کا بہت خیال نہیں کیا"۔

بھائی! معقول اختلاف رائے کے لئے ضروری ہے کہ امور
زیر بحث سے واقفیت کماحقہ ہو کیا ہمارے بابو صاحب کسی
انگریز مصنف پر جو علم کیمسٹری یا طبعیات یا ریاضی یا ہیت
یا بجلی یا طبقات الارض میں۔ سپیشلسٹ یعنی ماہر ہو اِس
طرح حرف گیری کی جرات کرینگے تا وقتیکہ کہ اُن علوم میں
لیاقت حاصل نہ کر لیں یا کسی امر کو تجربہ سے غلط نہ ثابت
کر دیں۔ اگر معمولی عالم کے مقابل میں اُن کی رائے کچھ
وقعت نہیں رکھ سکتی۔ تو کیا آپ کی ذاتی رائے ایک
فاضل اجل آپت پُرش اور ویدک ودیا کے عالم اکمل کے
سامنے کچھ وزن رکھ سکتی ہے۔ خاص کر جب آپ کو سنسکرت
میں مطلقاً درک نہیں۔ کیا مہرشی جنھوں نے یوگ بل سے
آتما اور پرماتما سمبندھی باریک مسائل کو اس طرح حل کیا کہ
دنیا چکراتی ہے۔ اُن کو انسانی نیچر پر بابو صاحب سبق دیا
چاہتے ہیں۔ آخر شیخی اور غرور کی بھی کوئی حد ہے۔

"ہم نہایت ادب اور تعظیم سے" بابو صاحب سے عرض
کرتے ہیں کہ براہ مہربانی اپنے الفاظ "انسانی نیچر" کی تعریف
کر دیجئے گا۔ گرم سے گرم ملکوں میں اور سرد سے سرد قطعات
میں انسان رہتا ہے۔ محنت اور مشقت اتنی کر لیتا ہے
کہ تھکتا ہی نہیں۔ آرام پسندی یہاں تک کہ ایک قدم چلنے

میں تکان محسوس کرتا ہے۔ اپنے من کو یہاں تک ضبط
کر لیتا ہے کہ مہینوں تک ایک ہی مسئلہ کو سوچا کرتا ہے۔
چنچل اس طرح بن جاتا ہے کہ ایک منٹ میں دس خیال
دل میں گزر جاتے ہیں۔ جفاکش ایسا کہ بیسیوں علوم اور
زبانیں سیکھ لیتا ہے۔ حرام خور ایسا کہ ایک حرف پڑھنے سے
جی چراتا ہے۔ ملک میں سپہ گری قانوناً لازمی کر دیگئی۔ یہ
حضرت انسان کیا سوداگر کا بچہ ہو۔ کیا مزدور اور امیر کا
ہر ایک قواعد حرب سیکھنے میں مشاق ہو جاتا ہے۔ کہیں
افریقہ کے وشت و بیابان میں اپنے ابنائے جنس کی ہڈیں
چبا لیتا ہے۔ کہیں ہندوستان کے سرسبز قطعات میں بنیا
بن کر خون کے قطرہ کو دیکھ کر غش میں آجاتا ہے۔ اس
کو جانے دیجئے۔ بھلا ہم پوچھتے ہیں کہ مہرشی نے کون سی
بات اپنے دستور العمل میں لکھ ماری کہ لکھتے وقت انسانی
نیچر کا بہت خیال نہیں کیا گیا۔ لیجئے ہمارے بابو صاحب
اس کا جواب دیتے ہیں:۔

عام طور پر مشاہدہ میں آتا ہے کہ طالب علموں کی
بدھیاں مختلف درجے کی ہوتی ہیں۔ اُن کے شوق متعلقہ
علوم مختلف ہوتے ہیں۔ اُن کی قوت یادداشت میں
بھی کمی بیشی ہوتی ہے۔ پس ہم کس طرح باور کر لیں۔
کہ ہر ایک انسان کی تعلیم تب ہی مکمل ہو سکتی ہے
جب کہ وہ پورا۔ علم طب۔ علم محاربہ۔ علم موسیقی اور

ارتھ وید وغیرہ حاصل کرے "۔
بابو صاحب کا اعتراض وہ تمام مشاہدہ پر مبنی ہے۔ خوب!
کیا۔ یہی وجوہات تعلیم کو لازمی کرتے وقت مخالفان تعلیم نے
ہر ایک مہذب ملک میں پیش نہیں کی تھیں اس وقت
"کنسر کریشن" "Cancer Kration" یعنی حکما سپاہ میں بھرتی
ہونے کا قانون یورپ کے اکثر ممالک میں نافذ ہے۔ ہر
ایک مرد کو کچھ عرصہ تک سپاہ گری کرنی پڑتی ہے۔ کیا
انسانوں کی جسمانی طاقت اس کے لئے برابر ہونی چاہئیے
اور اُن کی طبایع ایک جیسی ہونی ضروری ہیں۔ پیشتر اس
کے کہ ایسے قانون کی تعلیم ہو سکے۔ جب تعلیم ایک خاص
درجہ تک لازمی ہے۔ تو جو بچے کم عقل ہونگے۔ اور جن
کی طاقت کمزور ہوگی اُن کو کسی قدر زیادہ عرصہ درس
تدریس میں لگانا پڑیگا۔ ہمارے نکتہ چین شاید نہیں جانتے
کہ اگر برہمچریہ قایم رکھا جاوے۔ اور محنت کی عادت ہو۔ تو
ہر ایک معمولی انسان اس قدر تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ جس
کی ہدایت کہ مہرشی نے کی ہے۔ اور بالفرض اگر چار پانچ
یا دس بیس فیصدی ایسے ضعیف العقل نکلیں تو وہ ایک
خاص عرصہ کے بعد درس گاہ سے بے بہرہ نکل جاوینگے
اور شودر کے برن میں شامل ہو جاوینگے۔ کیا مدرسوں اور
کالجوں میں مختلف سکیم ہیں کیوں کہ طالب علموں کی بدیاں
مختلف ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ بابو صاحب نے مہرشی کی تحریر

کو غور سے نہیں پڑھا - اس واسطے لکھ مارا کہ " وہ ہر ایک فرد بشر کے لئے پورا علم طب - علم محاربہ - علم موسیقی وغیرہ حاصل کرنے کی ہدایت کر گئے "- ہاں ان کا یہ ضروری قول ہے کہ مکمل تعلیم اُس شخص کی کہلائیگی - جس نے وید کو بمعہ انگ اُپانگ کے اور اُپ ویدوں کو پڑھ لیا ہو - ہر ایک طالب علم کے لئے یہ معراج آپ نے مقرر کیا - لیکن وہ انسانی نیچر کو ہمارے بابو صاحب سے زیادہ اچھی طرح جانتے تھے - اُنھوں نے جہاں یہ اعلیٰ ترین معراج مقرر کیا ہے ایک "ادنیٰ ترین" مقدار تعلیم کا بھی قایم کر دیا ہے - مہرشی فرماتے ہیں :-

" جیسے مردوں کو کم از کم (۱) ویاکرن - (۲) دہرم اور (۳) اپنے کاروبار کے متعلق ضرور پڑھنا لازم ہے - ویسے عورتوں کو بھی ویاکرن - دہرم - طب - حساب اور دستکاری تو ضرور سیکھنی چاہئے "-

اس سے ظاہر ہے کہ مہرشی نے مردوں کے واسطے کم از کم

صرف و نحو و عروض	۴ سال
علم ادب و فقہ	۱ سال
فلسفہ و الہیات	۳ سال
وید مقدس یعنی کلام ربانی معہ تفسیر	۶ سال
کل	۱۴ سال

جس کو آج کل لبرل اور ریلیجس ایجوکیشن سے نامزد کیا جاتا ہے اس کو ہر ایک فرد بشر کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے - اس

کے علاوہ ہر ایک مرد پروفیشنل یا ٹیکنیکل ایجوکیشن جو اُس کے کاروبار کے ساتھ متعلق ہے حاصل کرے - اور "اُپ وید" یعنی (۱) علم طب و جراحی - (۲) قانون و سیاست مدن (۳) علم موسیقی (۴) علم طبعیات و میکانکس (۵) علم ریاضی میں سے ایک شاخ کو چُن لے اور اُس میں کمال حاصل کرے - ہم پوچھتے ہیں کہ ایسی سکیم میں کون سا امر انسانی نیچر کے برخلاف ہے - پہلے تیرہ سال کی تعلیم کے متعلق اس قدر درج کیا جاتا ہے کہ چار وید کی تدریس کے لئے چھہ سال مقرر ہیں - مگر مہرشی نے منو مہاراج کا حوالہ دے کر یہ بھی درج کیا ہے کہ اس سے اوّل درجہ ایک وید پڑھ کر بھی طالب علم اپنی تعلیم کو ختم کر سکتا ہے - وہ فرماتے ہیں :-

"جب ٹھیک طور پر برہمچریہ میں دہرم کے مطابق اطالیق کی ہدایت پر چل کر چاروں - تین - دو یا ایک وید کو بمعہ انگ اُپانگ کے پڑھ لے - تب وہ مرد عورت جس کا برہمچریہ نہ ٹوٹا ہو - گرہ آشرم میں داخل ہو" (صفحہ ۱۰۱)

پس اگر چار سال منہا کئے جاویں تو مہرشی کے دستور العمل کے مطابق اوّل درجہ ۹ سال کی تعلیم ہر ایک لڑکے لڑکی کے لئے لازمی ہے - جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں - اُس کے بعد وہ اپنے کاروبار کے متعلق علم پڑھے - آج کل دس سال میں انٹرنس تک کی تعلیم ختم ہوتی ہے - اور اکثر مہذب

ملکوں میں اتنی یا اس سے کچھ کم تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے اور باوجود اختلاف طبایع - اختلاف شوق کے کوئی ہرج واقعہ نہیں ہوتا - ہمارے بابو صاحب کو چاہئے کہ مہرشیوں کی تصانیف پر حرف گیری کرنے سے پہلے اُن کو غور سے پڑھ لیا کریں اُن کے وہم اور شکوک خود بخود رفع ہو جاوینگے -

۵۴ - بابو صاحب کے اعتراضات ختم نہیں ہوئے - آگے چل کر وہ فرماتے ہیں :-

"علاوہ ازیں یہ بات تو اس سکیم کے پڑھنے ماتر سے پرگٹ ہو جاتی ہے - کہ اس زمانہ کے لئے یہ سکیم نہیں بنائی گئی تبلائے تو سہی - آج کل گاندھرو وید کہاں ملتا ہے اور اُس کی تعلیم کس طرح ہو سکتی ہے - علم موسیقی کی تعلیم کے لئے کیا انتظام ہو سکتا ہے - اور پراچین ارتھ وید کہاں ہے"

ایک انگریزی کہاوت ہے - کہ "جہاں مرضی ہو وہاں راستہ ہے" بابو صاحب کو صرف نقص نکالنا مقصود تھا انڈ بنڈ لکھ مارا - کیوں صاحب علم موسیقی کی تعلیم میں کیا خاص دقتیں ہیں - اس کے واسطے تو کتب سنسکرت اور راگ کے ساز بہت موجود ہیں - گاین سماج کلکتہ اور بمبئی نے اس علم کو بہت کچھ جگا دیا ہے اور آج کل اس میں اتنی تعلیم ہو سکتی ہے - جس قدر کہ یورپ کی یونیورسٹیوں میں ڈاکٹر موسیقی کو دی جاتی ہے - اگر کچھ کمی ہے - تو تھوڑی سی محنت سے پوری ہو جاویگی - باقی رہا پراچین

دے اس کے بعد تین سال تک باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچے کو دیو ناگری اور آسان سنسکرت پڑھا دیوے پس اس سکیم کے مطابق گروکل میں تعلیم شروع ہونے سے پہلے دو تین سال تک تعلیم گھر میں پانی ہوگی - اور ساتویں آٹھویں سال میں وہ ویاکرن کو شروع کر دیگا - کیا ہمارے بابو صاحب نے پرائمری جماعت کی پاٹھ ودھی پر غور کیا ہے کہ تین سال میں ہر ایک لڑکے کو اُردو بمعہ صرف و نحو - حساب جغرافیہ - سبق الاشیاء وغیرہ کتنے مضمون پڑھنے پڑتے ہیں کیا جس بچے نے کہ اپنے مشفق ماں باپ سے پڑھائی کر لی ہو گیا اس کو اشٹا دھیائی کے پڑھنے میں دقت ہوگی ؟ ہرگز نہیں - اور اگر کوئی ایسا بچہ آوے جو بالکل ناخواندہ ہے - تو وہ پہلے تین سال تک وہ تعلیم حاصل کریگا جو والدین کے ذمہ تھی اور وہ اس طرح اس قدر پڑھ لیگا کہ آسان سنسکرت کے الفاظ سمجھ سکے -

۷ سوا ایک اور اعتراض ہمارے بابو صاحب کا یہ ہے :-

"لیکن ویاکرن پڑھنے کے لئے بھی جو وقت سوامی جی نے مقرر کیا ہے - وہ معمولی طلباء کے لئے کافی نہیں خاص خاص طالب علم شاید ایسے ہوں - جو ڈیڑھ سال میں اچھی طرح سمجھ بوجھ کر اشٹادھیائی کو اور ڈیڑھ سال میں مہابھاشیہ کو پڑھ سکیں - کیوں کہ ان دونوں کتب کے سمجھنے کے لئے نہ صرف زباندانی کی بڑی اعلیٰ لیاقت

ارتھ وید" اس کی بھی بہت سی کتابیں دستیاب ہو سکتی ہیں
اور اگر سنسکرت میں نہیں تو فی الحال کسی دوسری بھاشا میں
سے حاصل کر لی جاویں۔ مہرشی اس کے مخالف نہیں۔ اور پھر
سنسکرت میں اُن کا ترجمہ کر لیا جاوے۔

۳۶۔ ہمارے بابو صاحب ایک اور اعتراض پیش کرتے ہیں:۔

"اسکیم کے پہلے حصہ میں یہی یہ فرض کر لیا گیا ہے۔ کہ
سنسکرت دیش کی بھاشا ہے۔ اور طالب علم کو اور کسی
بھاشا کے سیکھنے کی ضرورت نہیں"۔

یہ ٹھیک نہیں کیونکہ سنسکرت ہمیشہ سے "دیو بانی" یعنی علما
کی زبان رہی ہے اور رہیگی البتہ سکیم میں اس بات کا
خیال رکھا گیا ہے کہ جب بچہ گروکل میں داخل ہوگا
تو اُس کے والدین نے اپنے فرائض ادا کئے ہونگے۔ اور
اُنھوں نے اُس کو اس قدر تعلیم و تربیت دی ہوگی کہ وہ
اپنی ماتری بھاشا اور آسان سنسکرت کو سمجھ سکے۔

دوسرے سملاس میں مہرشی نے صاف طور پر لکھ دیا ہے:۔

جب پانچ برس کا لڑکا لڑکی ہو۔ تب دیو ناگری اور غیر
ممالک کی زبانوں کے حروف کی بھی مشق کرادیں بعد
ازاں وہ منتر۔ شلوک۔ سوتر۔ نظم و نثر بمعہ معنوں کے
جن سے اعلیٰ نصیحتیں علم۔ دھرم۔ اور پرمیشور کے متعلق
ہدایات ...... حفظ کرادیں"۔

مانا گیا ہے کہ پانچ سال کی عمر کے بچہ کو خود تعلیم و تربیت

درکار ہے - بلکہ دیگر شاخہائے علوم کی بھی - مہابھاشیہ
نہ صرف زباندانی کا امولیہ گرنتھ ہے - بلکہ اس میں علم
زبان کا فلسفہ بھی ہے - جس کو ہر ایک مبتدی تو درکنار
منتہی بھی نہیں سمجھ سکتا"-

اس کا جواب ہم اتنا دینگے کہ بابو صاحب اشٹادھیائی اور مہابھاشیہ
دونوں سے اُمی مطلق ہیں - اور مہرشی ان دونوں میں فاضل
اجل تھے - اُن کے متعلق آپ کی رائے ایک علامہ زمان کے
کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھ سکتی ہے - آپ نے کبھی امتحان
نہیں کیا - تجربہ نہیں کیا کہ اگر ایک برہمچاری جس نے دو تین
سال پہلے تعلیم حاصل کی ہو اور اپنا کل وقت اس کے
مطالعہ میں صرف کرے - اور اُستاد بھی ویسے ہوں جس
کا ذکر مہرشی نے کیا ہے تو ڈیڑھ سال میں کتنی پڑھائی ختم
ہو سکتی ہے - مانا کہ مہابھاشیہ میں علم زبان کا فلسفہ ہے لیکن
کیا یہ کوئی وجہ ہے کہ مبتدی اس کو نہ سمجھ سکیگا - کیا علم
صحت اور علم ہندسہ اور علم کیمیا و طبعیات میں فلسفہ نہیں
اور کیا بچے اُن کو نہیں پڑھا کرتے - کیا صرف و نحو کی کتب
منتہی کے لئے ہوتی ہیں - اور جس رشی نے مہابھاشیہ کو
تصنیف کیا وہ نہ جانتے تھے کہ ویاکرن مبتدیوں کے لئے ہے؟
ہم کو ان اعتراضوں پر حیرانی آتی ہے کہ لکھنے والے کا مطلب
کیا ہے - سوائے اس کے کہ وہ حرف گیری سے مہرشی کی
عزت کو گھٹاوے - فرض کیا کہ اس وقت بھارت ورش

ہیں ''بچوں کے بچے'' (کیوں کہ بال ووداہ کے سبب مردوں کے بچے نہیں رہے ہیں) اتنی عقل اور طاقت نہیں رکھتے کہ بجائے سکیم کو رد کرنے کے میعاد تعلیم کو بڑھا دیں جب برہمچاری مردوں کی اولاد پیدا ہوگی تو خود دیکھ لوگے کہ جو میعاد مہرشی نے مقرر کی ہے وہ کافی ہے۔

۸۳- آخری تیر جو ہمارے تیر انداز نے مہرشی کی سکیم پر چلایا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

''وید بھاشیہ بھومکا میں جو پرنالی پٹھن پاٹھن کی دی ہے اس میں اور مندرجہ بالا پرنالی میں کچھ اختلاف ہے۔ مثلاً وید بھاشیہ بھومکا میں جیوتش کو گھنٹو چھند اور نروکت کے ساتھ رکھا ہے۔ اور اُپنشدوں کو ترک کر دیا گیا۔ علی ہذا اس میں علم طبابت۔ گاندھرو وید گائن ودیا اور ارتھ ودیا کا کچھ ذکر نہیں۔''

حضرت! گر نہ بیند بروز شپرہ چشم۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ وید بھاشیہ میں اُس تعلیم کا ذکر ہے جو ہر ایک طالب علم کے لئے لازمی ہونی چاہئے۔ یعنی علم زبان علم ادب و فلسفہ۔ ریاضی اور کلام الٰہی۔ یعنی وید بمعہ انگ اور اُپانگ کے وہاں پروفیشنل تعلیم کا ذکر اراداتاً چھوڑ دیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک طالب اپنے مذاق اور کاروبار کے مطابق جس اُپ وید کو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ وہ مضامین ہر فرد بشر کے لئے لازمی تھے یہ اختیاری ہیں۔ جیوتش یعنی علم

ریاضی و ہیئت کا وہ حصہ جو ہندسہ و جغرافیہ سے تعلق رکھتا ہے وہ لازمی ہے۔ مگر اس میں اعلیٰ لیاقت حاصل کر کے کمال پیدا کرنا اختیاری ہے۔ پس اِن دو تحریرات میں کوئی تناقص نہیں۔ بلکہ دونوں میں موافقت ہے۔

ادہم شہم

اوم

آریہ سماج کے نیم

۱۔ سب ستّ وِدّیا اور ستّ وِدّیا سے جو پدارتھ جانے جاتے ہیں اُن سب کا آدی مول پرمیشور ہے۔

۲۔ ایشور سچدانند سروپ۔ نراکار۔ سرو شکتیمان۔ نیایکاری۔ دیالو۔ اجنما۔ اننت۔ نروکار۔ انادی۔ انوپم۔ سرو آدھار۔ سرویشور۔ سرو ویاپک۔ سرو انتریامی۔ امر۔ ابھے۔ نِت پوتر اور سرشٹی کرتا ہے۔ اُسی کی اُپاسنا کرنی یوگیہ ہے۔

۳۔ وید ستّ وِدّیاؤں کا پستک ہے وید کا پڑھنا پڑھانا اور سُننا سنانا سب آریوں کا پرم دھرم ہے۔

۴۔ ستّ گرہن کرنے اور اسّت کے چھوڑنے میں سروداا اُدیت رہنا چاہیے۔

۵۔ سب کام دھرمانوسار ارتھات ستّ اور اسّت کو وچار کر کرنے چاہئیں۔

۶۔ سنسار کا اُپکار کرنا آریہ سماج کا مکھیہ اُدیش ہے۔ ارتھات شاریرک آتمک اور سماجک اُنّتی کرنا۔

۷۔ سب سے پریتی پوروک دھرمانوسار یتھا یوگ برتنا چاہیے۔

۸۔ اوِدّیا کا ناش اور وِدّیا کی وردھی کرنی چاہیے۔

۹۔ پرتیک کو اپنی اُنّتی ہی سے سنتشٹ نہ رہنا چاہیے۔ کِنتو سب کی اُنّتی میں اپنی اُنّتی سمجھنی چاہیے۔

۱۰۔ سب منشیوں کو سماجک سرو ہتکاری نیم پالنے میں پرتنتر رہنا چاہیے اور پرتیک ہتکاری نیم میں سب سوتنتر رہیں۔